دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب

اور کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات اور اہم نصائح

افادات

مبلغِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	:	دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب
افادات	:	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ
انتخاب وترتیب وتشریح	:	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	:	۱٦۸
اشاعت اول	:	۱۱۰۰ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ
قیمت	:	
ویب سائٹ	:	www.alislahonline.com

☆☆☆

ملنے کے پتے:

نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند سہارنپور

دیوبند سہارنپور کے تمام کتب خانے

مکتبہ الفرقان گوئن روڈ، نظیر آباد، لکھنؤ

ندوی بک ڈپو لکھنؤ پوسٹ بکس ۹۳

مکتبہ رحمانیہ ہتورا باندہ یوپی ۲۱۰۰۰۱

فہرست

باب۳

باب ۴

باب ۵

باب ٦

باب ۷

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

''دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت اور اس کا مقصد'' اور ''دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب'' جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی (استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی تازہ کتابیں ہیں، کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے اور اس ضمن میں کئی اہم علمی بحثیں اور اہم مسائل بھی زیر بحث آگئے ہیں، مثلاً جہاد کی حقیقت اور اس کے اقسام، فی سبیل اللہ کی تشریح اور اس کا مصداق، اور تعلیم وتربیت کے مختلف طریقے وغیرہ اور یہ سارے امور مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے افادات سے منتخب اور ماخوذ ہیں، انشاء اللہ یہ کتاب ان عنوانات کو سمجھنے اور افراط وتفریط سے محفوظ رہنے میں معاون ثابت ہوگی۔

مکرمی جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری جن کو اس کام کا بہت اچھا سلیقہ اور تجربہ بھی ہے اور اس بات کی فکر بھی ہے کہ دعوت کی یہ محنت جس کے بہترین ثمرات پوری دنیا میں دیکھے جارہے ہیں اپنی اصل راہ سے ہٹ کر فائدوں سے محرومی یا دینی نقصان کا سبب نہ بن جائے، انہوں نے جس طرح اس سے قبل اس سلسلہ کے چند رسائل مرتب فرمائے ہیں، یہ رسالہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

اس رسالہ میں مفتی صاحب نے دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب، ارکان وشرائط، نیز اصلاحِ نفس وتزکیہ باطن کے متعلق ضروری مضامین جمع کئے

ہیں، رؤساء اور اغنیاء کے لئے بھی خصوصی ہدایتیں ونصیحتیں جمع کی ہیں، اور یہ سب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات ومکتوبات سے ماخوذ ہیں، جہاں ضرورت سمجھی مفتی صاحب نے مناسب تشریح بھی کردی ہے، اس وقت واقعی اس کام کی اس وقت شدید ضرورت تھی۔

میں جماعت کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں سے خصوصاً کام سے لگے ہوئے اصاغر واکابر سے درخواست کروں گا کہ انتہائی سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے اس سلسلہ کی تمام تحریروں کو بغور پڑھیں، سمجھیں، اوران کی رہنمائی میں کام کرنے کی کوشش کریں، انشاء اللہ بہت سے فتنوں سے حفاظت ہوگی، اور کام نہج پر چلے گا، اس کے نتائج بھی بہتر برآمد ہوں گے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔

ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۸/۴/۲۴ھ

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم

(ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن وّالاہ.

تبلیغی جماعت جو دعوت ودین کی مخلصانہ تلقین کے مقصد سے آج سے ۷۰، ۸۰سال قبل شروع ہوئی تھی، اوراب اس کے ذمہ داروں کی تقریباً چوتھی نسل اس کو انجام دینے میں توجہ صرف کررہی ہے، اسے گذشتہ صدی کے ایک بڑے عالم عالمِ ربانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی دینی غفلت کو دور کرنے کے ایک مفید ذریعے کے طور پر اختیار کیا تھا، انھوں نے مسلمانوں کے حالات پر نظر ڈالنے پر یہ محسوس کیا تھا کہ دینِ اسلام کا بنیادی تعلق عقیدے سے اور ارکان میں نماز سے زیادہ ہے، عقیدہ کلمہ لا إلہ إلا اللہ سے اور نماز عبادت کے اولین رکن کی حیثیت سے ہے، اور مسلمانوں میں ان دونوں کے سلسلے میں غیر معمولی غفلت پائی جارہی ہے، لہٰذا انھوں نے محسوس کیا کہ اس کی تصحیح اور عملی صورت کی طرف زیادہ توجہ دیئے جانے کی ضرورت ہے، ان کی صحت دوسرے ارکان تک بآسانی پہنچادے گی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس کام کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اوران کے بعد کے حضرات نے اُن کے بعد اس کام کو اپنے پیش رو کے جذبہ وعمل کی پابندی کے ساتھ آگے بڑھایا، بتدریج یہ کام اس ملک میں پھر عالَم کے دیگر علاقوں تک پھیل گیا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کام کے لئے جو حکمتِ عملی اختیار کی اس کے متعدد اصول مقرر کیے، اور کام کرنے والوں کو ان کا پابند بنایا۔

تعلیم وتصنیف کے مفید کام کا جذبہ رکھنے والے معروف عالمِ دین ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد زید صاحب نے متعدد مفید تصنیفات کرنے کے ساتھ یہ بھی خیال کیا کہ ان تبلیغی اصولوں کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں کر کے ان اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

مولانا مفتی محمد زید صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات پر عرصے سے کام کر رہے ہیں، اور کئی مطبوعات ان کی آ چکی ہے، اور دادِ تحسین لے چکی ہیں، انہوں نے اس کام کی طرف بھی توجہ کی اور اس کام کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات جمع کئے جو کئی کتابوں کی صورت میں سامنے آئے، ان میں یہ مجموعہ بھی ہے جو قارئین کے سامنے پیش ہے، اس مجموعہ میں دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب، ارکان وشرائط، امراء ورؤساء کے لئے خصوصی ہدایات، تزکیہ نفس واصلاحِ باطن کے تعلق سے بھی اہم ہدایات مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشادات ومکتوبات سے جمع کی گئی ہیں، مولانا کی یہ محنت قابلِ قدر ہے، کام کرنے والوں کو ان شاء اللہ اس سے رہنمائی ملے گی، اور بعض دیگر فائدے بھی سامنے آئیں گے، دعا ہے کہ قارئین کے لئے یہ کتاب نافع ہو اور عند اللہ مقبول ہو، آمین۔

محمد رابع حسنی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۱ / جمادی الآخر ۱۴۳۸ھ

۱۹ / اپریل ۲۰۱۷ء

ارشادگرامی

محدّث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مظاہرعلوم سہارنپور

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں احقر نے ان کتابوں کے مسودات پیش کئے حضرتؒ نے ملاحظہ فرما کرارشادفرمایا:

تمہارا یہ کام جوحضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل ہے بہت اچھااور مفید ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی چیزیں مرتب کر کے لاؤ کام کرنے والوں کواس سے بڑی رہنمائی ملے گی ،اوران کی چیزیں سب کے لئے قابل قبول ہوں گی ،سب اس کو تسلیم کریں گے اور عمل میں لائیں گے ،اور یہ جوتمہارے توضیحی حواشی ہیں ،ملفوظات کے ضمن میں جوفوائد اورتشریحات ہیں یہ بھی مناسب ہیں ،قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی وضاحت اورتشریح ہوجائے تا کہ پوری بات سامنے آجائے اور سمجھ میں بھی آجائے ،بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ اس کی قبول فرمائے۔

تقریظ

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم

فرزندو جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبیوں کو بھیجنے کا سلسلہ قائم فرمایا، جن میں سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ نے ہدایت کی محنت کی اور صحابہ کرام کو اسی محنت پر لگایا جس میں تبلیغ تعلیم، تزکیہ، تینوں باتیں شامل تھیں، مسجد نبوی میں یہ تینوں کام ہوتے تھے، ہمارے تمام اکابر انہیں تینوں کاموں کو کرتے رہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی انہیں تینوں کاموں کو کیا اور سب کی اہمیت بتلائی۔

عزیزم مولوی محمد زید سلمہ مظاہری (استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تمام ملفوظات وارشادات کو یکجا کیا اور مرتب کر کے دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں پر بڑا احسان کیا کہ اس میں تبلیغ والوں کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایتوں اور نصیحتوں کو جمع کر دیا، ان ہدایتوں کے مطابق اگر یہ کام کیا جائے گا تو تمام طرح کی گمراہیوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا، دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیۓ، اللہ تعالیٰ مفتی محمد زید صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے کام میں برکت عطا فرمائے اور امت کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے۔

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۰/رمضان ۱۴۳۵ھ

مقدمہ

حضرت مولانا نیاز احمد صاحب ندوی دامت برکاتہم

استاد حدیث وصدر مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت وتبلیغ کی محنت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے ڈالی تھی محتاج تعارف نہیں، الحمدللہ سارے عالم میں اس کے آثار نمایاں ہیں، اور آج بھی لاکھوں بندوں کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ پہنچتا رہے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے مختلف موقعوں پر خصوصی ہدایتیں اور نصیحتیں فرمائی تھیں جو ان کے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ میں محفوظ ہیں، تمام تبلیغی احباب اگر ان ہدایات کی روشنی میں کام کریں گے تو اس کام کا پورا فائدہ ہوگا اور تمام طرح کے شرور وفتن سے انشاءاللہ حفاظت بھی رہے گی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی وہ ہدایتیں ان کی مختلف کتابوں میں منتشر تھیں، دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے حضرات لوگوں کی وہاں تک رسائی اور ان سے استفادہ دشوار تھا۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ میرے محترم بزرگ دوست جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی (استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) جو تصنیف وتالیف کا اچھا تجربہ رکھتے ہیں، کبار علماء کے معتمد اور مشائخ کے صحبت یافتہ بھی ہیں انہوں نے محنت شاقّہ برداشت کرکے یہ کام انجام دے کر اصحاب تبلیغ پر بڑا احسان کیا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس نوع کی تمام چیزوں کو چن چن کر نہایت

سلیقہ سے مرتب کیا اور حسب ضرورت اس کی مناسب تشریح بھی کردی جس سے استفادہ آسان ہوگیا، چنانچہ موصوف نے اس سلسلہ کے مختلف رسائل تیار کئے، اس سے قبل اسی نوعیت کی دو کتابیں ''تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت'' اور ''کارکنان تبلیغ کے لئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں'' منظر عام پر آچکی ہیں، اوراب یہ دو کتابیں ''دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت اوراس کا مقصد'' اور ''دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب'' بھی منظر عام پر آرہی ہیں۔

موصوف اس سے قبل حضرت تھانویؒ کے افادات پر بھی کام کرچکے ہیں، ان کے حسن انتخاب وترتیب کو اکابر علماء نے بہت پسند کیا، ان کا یہ سلسلہ انتخاب بھی اسی نوعیت کا ہے جس میں موصوف نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی باتوں کو حوالہ کے ساتھ جمع کیا ہے، تمام تبلیغی احباب سے گذارش ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ان ہدایتوں اور نصیحتوں کے مطابق ہی کام کرنے کی کوشش کریں، انشاء اللہ اس کے فوائد پہلے سے بھی زیادہ ہوں گے اور تمام فتنوں سے حفاظت بھی رہے گی، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔

نیاز احمد ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵/۴/۱۴۳۸ھ

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے، قرآن پاک کی متعدد آیتوں اور رسول اللہ ﷺ کی متعدد حدیثوں میں اس کام کی اہمیت وفضیلت اور اس کے اجر وثواب اور نہ کرنے پر سخت وعید اور عذاب کی خبر دی گئی ہے، حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. (سورہ انفال، پ۹)

ترجمہ: اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

نیز ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک بستی پر عذاب نازل کرنے اور پوری بستی کو اُلٹ دینے کا حکم دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ اس میں آپ کا ایک ایسا عبادت گذار بندہ ہے جس نے آج تک پلک جھپکنے کے برابر کوئی نافرمانی اور گناہ کا کام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کے سمیت پوری بستی کو الٹ دو، اس کے سامنے غلط کام ہوتے تھے، میری نافرمانیاں ہوتی تھیں، کبھی اس نے ان کو منع نہیں کیا، روک ٹوک نہیں کی، اس کی پیشانی پر بل نہیں آیا، اس کی زبان نے حرکت نہیں کی، ان گناہ کے کاموں سے اس نے کبھی بیزاری اور ناراضگی ظاہر نہیں کی، لہٰذا اس کو بھی عذاب میں ہلاک کردو، یہ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے جس کو حضرت جابرؓ نے نقل فرمایا ہے۔

(بیہقی، مشکوٰۃ شریف، ص۴۳۹، عن جابر)

اس سے دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ لگایا

جاسکتا ہے، اسی لئے اس امت میں خیر القرون کے وقت سے لے کر آج تک کسی نہ کسی نوعیت سے دعوت وتبلیغ کا کام برابر ہوتا رہا ہے، حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے بھی اپنے وقت میں خاص نوعیت سے اس کام کو شروع کیا جس کو ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، الحمدللہ اس کے بے شمار فوائد ساری دنیا میں محسوس کئے گئے اور آج بھی پوری امت کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ پہنچتا رہے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ اپنی اس دعوتی اور ایمانی تحریک کے ذریعہ پورے دین اور دین کے سارے شعبوں کو زندہ کرنا چاہتے تھے اور اپنی اس تحریک کے ذریعہ امت کے ہر طبقہ تک حق کی دعوت پہنچانا چاہتے تھے، اس کے لئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے مختلف موقعوں پر اپنے ارشادات، ملفوظات، مکتوبات میں ایسی ہدایات اور ایسے اصول بیان فرمائے ہیں کہ اگر ان کے مطابق کام کو آگے بڑھایا جائے تو انشاء اللہ یقیناً وہ سارے مقاصد پورے ہوں گے جو حضرت مولانا محمد الیاسؒ اس تحریک کے ذریعہ چاہتے تھے، ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ ہمارے تبلیغی احباب اور کام سے جُڑے ہوئے پُرانے اور نئے حضرات، حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی ہدایتوں اور ان کے بیان کردہ اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ہی کام کو آگے بڑھائیں، اس کے لئے ضروری تھا کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تمام ہدایتیں اور بیان کردہ اصول جو ان کے ملفوظات ومکتوبات میں منتشر ہیں، ان سب کو یکجا اور مرتب کیا جائے، الحمدللہ عرصہ سے یہ کام جاری ہے اور اب تک اس سلسلہ کے تقریباً سات رسالے تیار ہو چکے ہیں، اس سے قبل دو رسالے ''کارکنان تبلیغ کے لئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مفید باتیں'' اور ''تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت'' طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں، الحمدللہ کبارِ اہل علم اور پرانے اصحاب تبلیغ نے اس سلسلہ کو بہت پسند فرمایا اور اسی کی روشنی میں کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔

یہ دورسالے ''تبلیغی جماعت کی ضرورت واہمیت اور اس کے مقاصد''''دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب'' بھی اسی سلسلہ کی دوکڑیاں ہیں، یہ ایک حقیر سی کوشش ہے جو اصحاب تبلیغ کی خدمت میں اس گذارش کے ساتھ پیش کی جارہی ہے کہ تبلیغی کام کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بیان کردہ اصول وہدایات اور منہج کے مطابق ہی انجام دیں، تو انشاء اللہ اس کے فوائد وثمرات پہلے سے بھی زیادہ حاصل ہوں گے، وماذٰلک علی اللہ بعزیز، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس معمولی کوشش کو قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔

محمد زید مظاہری ندوی
استاذِ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۰/ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

باب ۱

دعوت وتبلیغ کے فوائد وثمرات حاصل کرنے کے لئے اس کے ارکان وشرائط کی رعایت کرنا ضروری ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلویؒ نے ارشاد فرمایا:

تبلیغ کے لئے کچھ ارکان اور کچھ شرائط ہیں، جس قدر ان کی رعایتیں صحیح ہوں گی تو اس میں اس قدر خدا کی خدائی کا تماشا دیکھیں گے کہ بس ان کا کیا ذکر کیا جائے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰، مکتوب ۱)

فرمایا: اس (تبلیغی کام) کی وقعت اور اس کے بارے میں وارد شدہ اخبار وآثار وآیات پر نظر رکھتے ہوئے اور ان پر یقین کی کوشش کرتے ہوئے، ان کے آداب کی رعایت کرنے پر اس کا منتج ہونا موقوف ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۷، مکتوب ۱)

فائدہ: یعنی اس کام کے صحیح نتائج اور فوائد اس پر موقوف ہیں کہ اس کے آداب اور حدود وقیود کی رعایت کرتے ہوئے کام کیا جائے، تب جاکر پورا فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ (مرتب)

اس کام کو سیکھنے کی ضرورت

فرمایا: اس کام کو (یعنی دعوت وتبلیغ کے کام کو) جس طرح انبیاء علیہم السلام نے دعوت دی تھی اس طریقہ کو سیکھنا ضروری ہے، لہٰذا کچھ وقت نکال کر کام کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہوئے سیکھے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مطبوعہ دہلی ص ۹۰)

فائدہ :دعوت وتبلیغ نہایت عظیم الشان کام ہے، نبیوں والا کام ہے، اس کام کو سیکھنے اور اصول کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ اس کے فوائد حاصل نہ ہوں گے، بلکہ بسا اوقات نقصان اور گناہ بھی ہو جائے گا، اس لئے اس کام کو سیکھنا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ کا کام کیسے کیا اور اس سلسلہ میں آپ کی کیا ہدایتیں ہیں۔

آپ کی دعوت وتبلیغ کا دائرہ بہت وسیع تھا، آپ اصول کی، فروع کی، احکام ومسائل کی اور فضائل کی سب کی دعوت دیا کرتے تھے، مسلمانوں کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی، ہر ایک کی دعوت وتبلیغ کا کیا طریقہ ہے؟ احکام اور مسائل کی تبلیغ کس طرح کی جانی چاہئے؟ یہ ساری باتیں سیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، احکام ومسائل کی تبلیغ یا منکرات ومعاصی کی اصلاح کا کام علماء سے متعلق ہے، لہٰذا وہ بھی اس کے مکلّف ہیں کہ ان طریقوں کو سیکھیں اور اس کے مطابق اصلاح منکرات اور احکام کی تبلیغ کریں، عوام الناس یہ کام نہیں کر سکتے، وہ صرف فضائل کی تبلیغ کر سکتے ہیں، ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کے آداب وطریقے معلوم کریں اور اسی کے مطابق کام کریں۔

اصول وآداب کے تحت کام کیجئے ورنہ تباہی کا خطرہ ہے

فرمایا: تبلیغ کے اس کام میں غلطی بہت جلد تباہ کردیتی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۴)

فائدہ: غلطیاں اور کوتاہیاں تو بہت ہوتی ہیں، بہتوں سے ہوتی ہیں، تمام کاموں میں ہوتی ہیں، لیکن دعوت وتبلیغ ایک اہم اور عظیم الشان کام ہے، نبیوں والا کام ہے، اس کام میں اگر دانستہ یا نادانستہ غلطی ہوجائے تو اس کا نقصان بھی بہت ہوتا ہے، اور بسا اوقات اللہ کی طرف سے پکڑ بھی سخت ہوتی ہے، واقعی یہ بڑا نازک کام ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھئے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ رؤساء مکہ کو توحید کی دعوت دے رہے تھے، اسی درمیان ایک نابینا صحابی عبداللہ بن اُمّ مکتوم دین کی کوئی بات سیکھنے کے لئے آگئے، آپ نے اُس وقت ان کی طرف توجہ نہ فرمائی کہ یہ تو اپنے ہیں ان کو بعد میں بتادیں گے، آپ کفار مکہ کی طرف متوجہ رہے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کی گئی، تیسویں پارہ کی سورۂ عبس کی شروع کی آیتیں اسی سلسلہ میں نازل ہوئیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو طالب ہو، مخلص ہو، جہاں نفع یقینی ہو وہ غیر طالب اور غیر یقینی نفع کے مقابلہ میں زیادہ ترجیح کے قابل ہے۔

الغرض دعوت وتبلیغ میں فرق مراتب اور ترتیب کا لحاظ نہ رکھنے اور اجتہادی خطا کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ کی گئی، اگر ہم چھوٹوں سے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں کوتاہی ہوگی تو ہم بھی عتاب اور تنبیہ کے مستحق ہوں گے، نیز خلاف اصول کام کرنے کے نقصانات بھی بہت ہوتے ہیں، اس لئے دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب سے واقف ہونا بھی ضروری ہے، اور ہمیشہ ان اصول وآداب کا مذاکرہ

واستحضار بھی ہونا چاہئے، ورنہ سخت نقصان اور تباہی کا خطرہ ہے، یہ مختصر رسالہ بھی انھیں اصول وآداب پر مشتمل ہے۔

تبلیغ ایک فن ہے، فن تو سیکھنے ہی سے آتا ہے

فرمایا: تبلیغ ایک فن ہے، جس کو تھوڑا سا کرنے سے انسان بہت کچھ کما سکتا ہے۔ (مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۰)

فائدہ: دعوت وتبلیغ ایک مستقل فن ہے جس کے کچھ اصول وآداب ہیں، کوئی فن سیکھے بغیر نہیں آسکتا، یہ فن بھی ایسا ہی ہے، اس لئے اس کے اصول وآداب اور اس کے اقسام واحکام کا کم ازکم اجمالی علم ہونا تو ضروری ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے اس کے اقسام واحکام اور اس کے اصول وآداب تحریر فرمائے ہیں، ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مثلاً دعوت وتبلیغ اصول وعقائد کی بھی ہوتی ہے، اور احکام ومسائل کی بھی، اور فضائل کی بھی، ترغیب کے ذریعہ بھی اور ترہیب کے ذریعہ بھی، تقریراً بھی، تحریراً بھی، اپنوں کو بھی، غیروں کو بھی، کبھی واجب ہوتی ہے، کبھی مستحب ہوتی ہے، کبھی اس کے ترک پر گناہ ہوتا ہے، کبھی اس کے ترک کی اجازت ہوتی ہے، یہ تو اس کے اقسام واحکام ہیں، پھر ہر ایک قسم کے اصول وآداب اور شرائط ہیں، ان سب کی رعایت کرنے کے ساتھ جب کام کیا جائے گا تو تھوڑے سے کام سے بھی اللہ تعالیٰ اس کو بہت اجر وثواب دے گا۔

چھ نمبروں پر مشتمل مروجہ دعوت وتبلیغ بھی تبلیغ کی ایک خاص قسم ہے، جس کا تعلق فضائل اور ترغیب وترہیب سے ہے، یہ کل تبلیغ نہیں، عوام کی ذہنی سطح اور ان کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کے دائرہ کو محدود رکھا گیا ہے، اس کے بھی اصول

وآداب ہیں، اس کے مطابق ہی کام کرنا چاہیے، اور یہ تو بہت بڑی غلطی ہے کہ بس اسی محدود طریقہ ہی کو دعوت وتبلیغ سمجھے اور باقی طریقوں کو اس سے خارج سمجھے۔

تبلیغی کام بھی بغیر سیکھے نہیں آسکتا

دنیا کا معمولی کام بغیر سیکھے نہیں آسکتا، حتیٰ کہ چوری کے لئے بھی استاد کی ضرورت ہے، اگر بے سیکھے چوری کروگے تو پکڑے جاؤگے، تو پھر تبلیغ جیسا اہم (اور نبیوں والا) کام بغیر سیکھے کیوں کر آسکتا ہے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۶۴)

مرکزوں میں جاکر تبلیغی کام دیکھنے اور سیکھنے کی ضرورت

فرمایا: بندہ کی نظر میں جب تک تبلیغ کے سیکھنے کے لئے آمد کی ابتداء نہیں ہونے کی (یعنی خود لوگ آکر اس کام کو سیکھیں)، اور ساعیان تبلیغ خود مقامات تبلیغ پر تبلیغ کے لئے جانے کے بجائے ہر ہر مرکز سے تبلیغ کے لئے کھنچنے کی کوشش کو اصل قرار نہیں دیں گے، تو یہ تبلیغ سطحی سے گہراؤ کی طرف رخ نہیں کرے گی، یہ بہت گہرا قاعدہ ہے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۳)

اصول کے مطابق کام نہ کرنے سے ہزاروں فتنے کھڑے ہوں گے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

اس تحریک کی نوعیت اور ساخت ایسی ہے (کہ) ہر قسم کے مسلمانوں سے اس

سلسلہ میں اتنا سابقہ اور معاملہ پڑتا ہے، اور اتنے دشوار مرحلے پیش آتے ہیں کہ اگر اس (کام میں) اصول کی پابندی نہ ہو، اور اس کے مطابق ذہنی اور اخلاقی تربیت نہ ہوئی تو ہزاروں فتنے اس سے اٹھ سکتے ہیں اور خود مولانا (محمد الیاسؒ) کے قول کے مطابق جو فتنے صدیوں میں آتے اس تحریک کو بے اصولی کے ساتھ لے کر کھڑے ہونے اور خلاف اصول کام کرنے سے ہفتوں اور دنوں میں پیش آجائیں گے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۹)

تبلیغی کام علماء شریعت، مشائخ طریقت ماہرین سیاست کی ماتحتی ونگرانی اور ان کے مشورہ سے ہونا ضروری ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

حضرت عالی! کوئی کام بغیر کسی اصول اور بنا کے نہیں چلتا، اس وقت یہ تبلیغ اس قدر عظیم الشان کام ہونے کو پہونچ گیا ہے، جس کی تفصیلات ظاہر یہ و باطنیہ، اصولیہ، فروعیہ اس قدر کثیر اور وافر ہیں کہ وہ بیانات وتحریر یا غور کر کے فہم کے احاطہ سے بہت بالاتر ہو چکی ، اور جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں یہ سب تفصیلات بہر حال بناؤں پر چل رہی ہیں، ان بناءِ امور پر کسی آدمی کو دفعۃً چلانا بہت دشوار ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۴۵)

اس لئے میرے نزدیک جو کام چلنے کے لئے اس وقت ضرورت (یعنی نہایت ضروری) ہے وہ مشائخ طریقت، علماء شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشاورت کے ماتحت ہونے کی ضرورت ہے، ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد خاطر خواہ مداوم رہے، اور عملی چیز سب اس

کے ماتحت ہو، سوایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہو جانے کی ضرورت ہے۔

اور دوسرے اس وقت جو امت محمدیہ کے امراض کہنہ میں سے ہے وہ عملی چیزوں کا بے محل اور بے ضرورت تقریر کی کثرت پر اکتفا ہے، اور اس کے بالمقابل قول پر عمل بڑھنے کی ضرورت ہے، لہٰذا آگے جو تبلیغ میں کوشش کرے وہ اس تبلیغ کے میدان میں نکل چکنے والوں کے ساتھ زندگی گذارے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۴۴)

کام کی باگ ڈور پختہ اہل علم کے ہاتھ میں نہ ہوگی تو کام کے ضیاع کا خطرہ ہے

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی خدمت میں ایک خط میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

آپ جیسے اہل علم حضرات کے اس (دعوت وتبلیغ) کے اصولوں میں بصیرت پیدا کرنے کے بغیر ایک انتہائی چمکدار وقیمتی شئی جاہلوں کے ہاتھوں میں ہونے کی بنا پر محل ضیاع وخطرہ میں ہے، خدا کرے اہل علم آپ کے ذریعہ اس کو پوری پوری کوشش اس کے چالو ہونے کے پورے اصولوں کے ساتھ اور ان پڑھ لوگوں سے اخذ کر کے پورے پورے اہل علم کو سیراب کردے۔

حضرت عالی کے رمضان المبارک میں مع رفقاء کے آنے کی خبر ہی نے انتہائی خوشی پیدا کی، حق تعالیٰ شانہ جناب عالی کو انتہائی کامیابی نصیب فرمائیں، اور اس سفر کو اس مبارک سنت جلیلہ کے اس کے صحیح اصولوں کے اہل علم وارباب بصیرت واہل حل وعقد کے ہاتھوں میں جانے کا ذریعہ فرماویں تاکہ یہ مبارک سنت انہی کے

ہاتھوں میں جا کر انوارات نبویہ سے منور ہوکر چمک اٹھے اور اہل علم کو بہت سی آنے والی صدیوں تک اس سے پورا پورا افیضان وانتفاع ہو، اللہ رب العزت آپ کو اس کے لئے پوری طرح ذریعہ فرمائیں، اور آپ کی مساعی کے ذریعہ اس خالی کو بھی قبول فرمائیں۔

(مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۱۹)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دلی آرزو وتمنا اور پوری کوشش یہ تھی کہ ہماری یہ تبلیغی جدوجہد اکابر علماء وارباب افتاء کی ماتحتی اور انھیں کی زیر نگرانی وسرپرستی میں چلتی رہے، اور انھیں کے ہاتھوں میں اس مبارک کام کی باگ ڈور رہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی یہ آرزو اور خواہش اس وجہ سے تھی کہ اہل علم وارباب افتاء کی سرپرستی میں کام چلے گا اور باگ ڈوران کے ہاتھوں میں ہوگی تو کام صحیح اصولوں کے ساتھ اور اعتدال کے ساتھ چلے گا، ورنہ کام غلو اور افراط وتفریط کا شکار ہوجائے گا، ان کی ماتحتی وزیرنگرانی میں کام ہوگا تو انوار نبوت سے امت کو اور سارے عالم کو روشن کرے گا، اس طرح کام صدیوں تک چلتا رہے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ اگر اس کام کی باگ ڈور پختہ اہل علم کے ہاتھوں میں نہ ہوگی بلکہ ناقص العلم اور جاہلوں کے ہاتھوں میں کام پہنچ جائے گا تو اس کام کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہے، ان کے ہاتھوں میں کام کا ہونا اور اہل العلم سے استغناء برتنا اس کام کے ضیاع وزوال کی علامت اور خطرہ کی گھنٹی ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بہت متفکر تھے اور اہل علم کی سرپرستی ہی میں اس کام کو صدیوں تک چلانا چاہتے تھے۔

باب۲

تبلیغی کام کرنے اور سیکھنے سے متعلق

چند ضروری ہدایتیں اور اصول وآداب

فرمایا: جولوگ ہماری اس تبلیغ کا کام اور طریقہ سیکھنے کے لئے نظام الدین آنا چاہیں، ان کو یہ چند باتیں ضرور پہلے ہی سے اچھی طرح ذہن نشین کرادی جائیں:

(الف) زیادہ سے زیادہ وقت نکال کے آئیں۔

(ب) ایک دو ہی دفعہ کی آمد کو کافی نہ سمجھیں بلکہ آتے رہا کریں۔

(ج) یہ ارادہ کر کے آئیں کہ نظام الدین میں پڑا رہنا نہیں ہوگا، بلکہ ہدایت کے مطابق جابجا پھرنا ہوگا، ہاں اس اثناء میں کبھی کبھی نظام الدین رہنا بھی ہوگا۔

(د) یہ بھی اچھی طرح ان کے ذہن نشین کرادیا جائے کہ جس وقت ان کے کچھ رفقاء واپسی کا ارادہ کرنے لگیں اور ان کی دیکھا دیکھی ان کے دلوں میں بھی واپسی کی خواہش پیدا ہونے لگے تو ایسے وقت میں اپنی خواہش پر نہ چلنے اور ہمت اور عزیمت کے ساتھ کام میں لگے رہنے کا اجر بے حد وحساب ہے، اور ان واپس نہ ہونے والے اصحاب عزیمت کی مثال ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی سی ہے جو ایسے وقت میں میدان جہاد میں ڈٹے رہیں، جب کہ ان کے دائیں بائیں کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ہوں۔

(ہ) یہ بھی بتادیا جائے کہ اس راہ میں بہت سے مکارہ (تکالیف ومصائب اور خلاف مزاج امور) پیش آئیں گے، اور آخرت میں اجر ان مکارہ ہی کی نسبت سے ملے گا۔　(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۷۹، ملفوظ:۹۵)

دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب اوراحکام سیکھنے کی اہمیت

فرمایا: کام کرو، اور کام کے طریقوں کو سیکھو، کام کرنے کی جو منفعتیں بیان فرمائی ہیں ان کو معلوم کرو، ان اصولوں کو سیکھو، ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے ملک بہ ملک پھرنے کی طاقت کو زندہ کرو، جتنا گُڑ ڈالو گے اتنا میٹھا ہوگا، رفتہ رفتہ عادت پڑ جائے گی۔

(مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۲)

فائدہ: حضرتؒ نے اپنے اس ملفوظ میں تمام دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو متنبہ فرمایا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ یہ کام معمولی کام نہیں ہے اس کو کرنا تو ضرور ہے لیکن اصول وآداب کی رعایت کے ساتھ، تب ہی اس کا پورا نفع ہوگا۔

یہ عظیم الشان کام ہے، اس کے اصول وآداب بھی اسی اہمیت اور عظمت کے حامل ہیں، محض سرسری اور مختصر وقت گذاری سے اس کے آداب اور اصول گرفت میں نہیں آسکتے، اس کے لئے حضرتؒ فرمارہے ہیں کہ ان اصول وآداب کو سیکھو، اور نکل کر عملی مشق کرو، دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء نے جمع فرمائے ہیں، ہر داعی اور مبلغ کی ذمہ داری ہے کہ اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اگر خود پڑھنے اور مطالعہ کرنے پر قادر ہے تو ان کا مطالعہ کرے، جو بات سمجھ میں نہ آئے محتاج تشریح ہو اس کو علماء سے سمجھے، اور جن کے اندر مطالعہ کی صلاحیت نہیں ہے وہ پڑھے لکھے لوگوں سے ایسی کتابوں کو سنیں اور سمجھیں، جماعت میں نکلنے کے وقت میں اگر ان کا مطالعہ اور سننا سنانا دشوار ہو تو اپنے مقام پر رہ کر اس کو سیکھیں اور ان احکام اور اصول وآداب کی رعایت کرنے کے ساتھ ہی اس کام کو کریں، ورنہ اس کے بغیر بجائے نفع کے نقصان بھی ہوسکتا ہے، اور کام کرنے والے غلو اور کوتاہی میں

مبتلا ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اس رسالہ میں بھی دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب جن کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے متفرق موقعوں میں بیان فرمایا ہے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے افادات پر مشتمل کتاب ''دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب'' اس موضوع پر نہایت اہم اور مفید اور جامع کتاب ہے، کام سے لگے ہوئے حضرات کو اس کتاب سے خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہئے، حضرت مولانا عمر صاحبؒ پالنپوریؒ نے مرکز نظام الدین میں پوری کتاب کو از اول تا آخر سنا اور بہت پسند فرمایا اور ان کے مرتب کو شکریہ کا خط لکھا اسی طرح حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ نے اس کتاب کی بہت تعریف فرمائی ہے اور استفادہ کی ترغیب فرمائی ہے۔

ہماری تحریک کا اولین اصول

دینی بھائیوں کی خدمت کے لئے اپنے کو ذلیل کرنا مقام عبدیت ہے

فرمایا : بھائیو! مؤمنین کی خدمت، عبدیت کا اصل مقام ہے، عبدیت کیا ہے؟ مؤمنین کے لئے (یعنی ایمانی بھائیوں کے لئے) ذلیل ہونے کی عزت کو حاصل کرنا، یہی ہماری تحریک کا اولین اصول ہے، اور یہ ایک ایسا اصول ہے کہ کوئی اجتہادی (یعنی علماء کرام) تقلیدی (یعنی عوام الناس) یا مادی (یعنی جو لوگ ہر کام کو دولت یا دنیا کے حصول کے لئے کرتے ہیں، کوئی بھی) اس کی تردید نہیں کر سکتا۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۶۲)

دعوت وتبلیغ کا اہم ادب

فرمایا: اخلاق سے اور عبودیت سے تبلیغ کرو، حکومت کے طور سے مت کہو، بلکہ مشورہ کے طور سے کہا کرو، دین کے پھیلانے کے لئے ترک وطن سنت طریقہ ہے۔
(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۴)

فائدہ: حضرتؒ کے فرمان کا مطلب بالکل واضح ہے کہ دین کی کسی بات کی بھی ہم دوسرے کو تبلیغ کریں خواہ وہ ہم سے چھوٹا اور کم درجہ ہی کا کیوں نہ ہو، اور ہم کتنے ہی بڑے اور عہدہ والے ہی کیوں نہ ہوں، لیکن دعوت وتبلیغ کا ادب یہی ہے کہ ہم کو حسن اخلاق سے، نرمی سے، تواضع سے حق بات کہنی اور پہچانی چاہئے، حاکمانہ انداز سے بچتے ہوئے مشورہ اور خیر خواہی کے انداز سے بات کہنی چاہئے، روک ٹوک بھی اسی انداز سے یعنی نرمی ولطف کے ساتھ کرنی چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہی ادب سکھلایا تھا: **بَشِّرُوا وَلَاتُنَفِّرُوا، یَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا انمابعثتم میسّرین لامعسّرین**.(ابوداؤد)

ترجمہ: خوشخبری سناؤ، نفرت مت دلاؤ، دین کو آسان کرکے پیش کرو، مشکل اور دشوار بنا کر مت پیش کرو، بے شک تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو، تنگی میں ڈالنے کے لئے نہیں۔

اخیر میں حضرتؒ نے فرمایا کہ دعوت وتبلیغ کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنا نبیوں کی سنت ہے، لہٰذا ہم کو بھی اس کام کے لئے ترک وطن کی ہمت کرنا چاہئے۔

فائدہ: استاد شاگرد کو، باپ بیٹے کو یعنی جن کی حیثیت مربی ونگراں اور حاکم کی ہے وہ حسب موقع چند بار نرمی سے کہنے کے بعد نہ ماننے کی صورت میں سختی سے کہنے اور تنبیہ کرنے کے بھی مکلّف ہیں۔

واقف کاروں سے مشورہ کر کے کام کرو

فرمایا: خدا اور رسول کے جاننے والوں سے مشورہ کر کے کام کرو، سونے کے وقت سونے کا بھی ثواب ہے، دین کا کام (اس طرح) کرو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ (مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۳)

فائدہ: جو بھی کام کرنا ہو اگر دینی کام ہے اور حلال وحرام، جائز ناجائز سے متعلق ہے، یعنی شریعت نے اس کا جائز ناجائز ہونا بتلایا ہے تو اس کو پہلے علماء سے معلوم کرنا ضروری ہے، ورنہ گناہ ہوگا، اور اگر وہ دینی کام انتظامی اور تجرباتی امور سے متعلق ہے تو اس سلسلہ کے واقف کار اور تجربہ کاروں سے مشورہ کرنے کا بھی شریعت نے حکم دیا ہے، مشورہ میں خیر ہے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ شریعت نے جس وقت جو کام بتلایا ہے اس وقت وہی کام کرنا اور اسی کام میں لگا رہنا ضروری ہے، اس وقت میں دوسرا کام کرنا اگرچہ وہ دین کا کام ہو حق تعالیٰ کی ناراضگی اور گناہ کا باعث ہوگا، اس میں بہت سے دیندار لوگ بھی غلطی کر جاتے ہیں، اور یہ بات کہ کس وقت کون سا کام کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں ماہر علماء اور مفتیوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مثلاً سونے کے وقت میں سونا یہ نفس کا حق ہے جو شریعت نے بتایا ہے، اب اگر کوئی ہمیشہ رات بھر عبادت کرے، رات کو سوئے ہی نہیں تو یہ عبادت کرنا شریعت کے خلاف ہوگا، یا مثلاً والدین، بیوی اولاد کی بیماری کے وقت ان کا علاج کرانا، تیمار داری کرنا یہی شریعت کا حکم ہے، اس کو چھوڑ کر کسی خانقاہ میں یا جماعت اور چلہ میں چلا جانا شریعت کے خلاف اور باعث گناہ ہوگا، اویس قرنیؒ کی والدہ بہت بیمار تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا چاہتے تھے، لیکن والدہ کی تیمارداری اور

خدمت کی وجہ سے نہیں آسکے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے بھی مشرف نہ ہوسکے کیونکہ اس وقت اُن کے لئے شریعت کا یہی حکم تھا، **أسلم أویس** ؓ **علی عهد النبی** ﷺ **، ولکن منعه من القدوم برّه بأمه.** (الاصابۃ: ۱/۱۷۴)

اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ دین کے تمام کاموں کو اسی طرح کرو جس طرح نبی کریم ﷺ نے کیا اور کرنے کو فرمایا ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہر ہر کام میں اس ہدایت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہمارے تمام کام شریعت اور نبی کے طریقہ کے مطابق ہوں، اور یہ بات ماہرین شریعت یعنی علماء ومشائخ سے ربط رکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

مخلص مبلّغ کبھی ناکام نہیں ہوتا خواہ کوئی مانے یا نہ مانے

ہماری کامیابی یہی ہے کہ ہم اپنا پورا کام کریں

فرمایا: کیسا غلط رواج ہوگیا ہے، دوسرے لوگ ہماری بات مان لیں تو اس کو ہم اپنی کامیابی سمجھتے ہیں اور نہ مانیں تو اس کو ہماری ناکامی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس راہ میں یہ خیال کرنا بالکل ہی غلط ہے، دوسرں کا ماننا یا نہ ماننا تو ان کا فعل ہے، ان کے کسی فعل سے ہم کامیاب یا ناکام کیوں کئے جائیں، ہماری کامیابی یہی ہے کہ ہم اپنا کام پورا کردیں، اب اگر دوسروں نے نہ مانا تو یہ ان کی ناکامی ہے، ہم ان کے نہ ماننے سے ناکامیاب کیوں ہوگئے، لوگ بھول گئے، وہ منوادینے کو (جو درحقیقت خدا کا کام ہے) اپنا کام اور اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے، حالانکہ ہماری ذمہ داری صرف بطریق حسن اپنی کوشش لگادینا ہے، منوانے کا کام تو پیغمبروں کے سپرد بھی نہیں کیا گیا۔

ہاں نہ ماننے سے یہ سبق لینا چاہئے کہ شاید ہماری کوشش میں کمی رہی اور ہم

سے حق ادا نہ ہوسکا جس کی وجہ سے اللہ پاک نے یہ نتیجہ ہمیں دکھلایا اور اس کے بعد اپنی کوشش کی مقدار کو بڑھادینے اور دعاء وتوفیق طلبی میں بھی کماً وکیفاً اضافہ کرنے کا عزم کرلینا چاہئے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۴، ملفوظ ۲۸)

تبلیغ ودعوت کے وقت کا مفید مراقبہ

فرمایا: تبلیغ ودعوت کے وقت بالخصوص اپنے باطن کا رخ اللہ پاک ہی طرف رکھنا چاہئے نہ کہ مخاطبین کی طرف، گویا اس وقت ہمارا دھیان یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کسی کام اور اپنی ذاتی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے اور اس کے کام کے لئے نکلے ہیں، مخاطبین کی توفیق بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، جب اس وقت یہ دھیان ہوگا تو ان شاء اللہ مخاطبین کے غلط برتاؤ سے نہ تو غصہ آئے گا اور نہ ہمت ٹوٹے گی۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۴ ملفوظ: ۲۷)

مبلغین کو دوران تبلیغ دعوت اور ہدیہ قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

(فلاں صاحب....اور بعض تبلیغی احباب تبلیغ میں نکل کر) کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے، یہ بہت زیادہ غلط ہے، اس بارے میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اشراف نفس (یعنی دعوت کی طلب اور دلی تقاضے) سے محفوظ ہو، اور دعوت یا (ہدیہ) پیش کرنے والے پر محبت اور کام کی حرمت (اور وقعت) اور تعظیم کا وجدان سے (یعنی دل سے) یقین ہو، یا غلبۂ ظن ہو تو اپنے آپ کو فقیر مسکین ظاہر کرتے ہوئے (یعنی عاجزی ظاہر کرتے ہوئے) بڑی تواضع کے ساتھ قبول کرے، ایسے (ہدیہ اور ایسی دعوت) کو

رد کرنا حرام (یعنی غلط) ہے۔

تَهَــادُوا کے فرمان عالی واجب الامتثال (جس کی اطاعت واجب ہے) کا امتثال (یعنی پیروی کرنا) لازمی ہے۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی محبت کے بعد جو سب اعمال اور سب نعمتوں سے فاضل ترین (اور بڑی) نعمت ہے وہ حُبِّ مسلم ہے، (یعنی مردِ مسلم کی محبت ہے) اس دعوت اور ہدیہ کے قبول کرنے میں اس حُبِّ مسلم کی دولت عظیمہ کا حصول ہے، اس تفصیل کے ساتھ جو وجدان اور تجربہ، قوت فکریہ کے استعمال کرنے سے شہادت دے گا، اس کا ہدیہ جو خوبصورت نذر (تحفہ) یا دعوت ہو، یا کسی اور طرح ہو قبول کرنا ضروری فریضہ اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۳ مکتوب:۲)

فــائـده: حضرت مولانا نے جو مضمون بیان فرمایا ہے وہ ایک حدیث پاک کا مضمون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **تهادوا تحابّوا** (ابوداؤد) یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوتی اور برقرار رہتی ہے، اس لئے اگر دعوت قبول کرنے میں کسی مفسدہ کا خطرہ نہ ہو اور قبول کرنا خلاف مصلحت نہ ہو تو دعوت یا ہدیہ قبول کے متعلق شرعی حکم یہی ہے کہ اس کو اللہ کی نعمت سمجھ کر قبول کر لینا چاہئے۔

دعوت و ہدیہ کی برکت واہمیت

فـرمـایا: بندۂ ناچیز کے نزدیک کسب حلال اور غنیمت میں حاصل شدہ مال (یعنی حلال روزی کمانے اور جہاد میں حاصل شدہ مال) سے زیادہ بابرکت اور باانوار اور پُر برکات یہ ذریعۂ حصول ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۳ مکتوب ۲)

فــائـده: یعنی ہدیہ وتحفہ میں جو مال حاصل ہو وہ نہایت بابرکت ہوتا ہے،

کیونکہ منجانب اللہ لوگوں کے دلوں میں القاء ہوتا ہے، اس کے بعد وہ اس کو پہنچتا ہے، تو گویا اللہ نے یہ ہدیہ اس کے پاس پہنچایا اس کے بابرکت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، بشرطیکہ ہدیہ ہی ہو، دینے والے کی کوئی فاسد غرض نہ ہو اور اس کی طرف سے طلب نہ ہو۔

محض محبت وعظمت کی بنا پر دیا جائے، ایسے ہدیہ میں برکت ہوتی ہے، اور دینے والے کو صدقہ سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اس کام میں پھیلاؤ سے زیادہ رسوخ کی اور جڑ مضبوط کرنے کی ضرورت

فرمایا...... ہمارے اس کام میں پھیلاؤ سے زیادہ رسوخ اہم ہے، لیکن اس کام کا طریقہ ایسا ہے کہ رسوخ کے ساتھ ہی پھیلاؤ بھی ہوتا جائے گا، کیونکہ رسوخ بغیر اس کے پیدا ہی نہیں ہوگا کہ اس دعوت کو لے کر شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں پھرا جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۱۴ ملفوظ: ۱۳۸)

جو اہل علم ہمارے کام سے متوحش اور اجنبی ہیں ان کی بھی تواضع کے ساتھ خدمت کیجئے

فرمایا: یہ بات ذرا دھیان رکھنے کی ہے کہ حافظ احسان ایک شوقین صاحبِ جذبات اور بہت دنوں سے تبلیغ کے کام میں مشغول اور سعی کئے ہوئے ہے، لیکن علم وتدبر کی دولت سے کم آشنا ہے، اور اس کے برخلاف دوسرے صاحب مولوی

ہدایت خاں تبلیغ کے کام سے نہایت اجنبی اور متوحش اور ہمیشہ سے بہت اجنبی ہیں، لیکن دولت علم اور فہم وتدبر اللہ تعالیٰ نے نصیب کیا ہے، لہٰذا دونوں صاحبوں کی حالت کے مناسب دلگیری اور تواضع کے ساتھ (یعنی خاطر داری کے ساتھ) ہر ایک کی نصرت واعانت میں جناب عالی ذرا باخبر رہیں، مجھے ان دونوں کے خورد ونوش ودیگر راحتوں کی فکر ہے، ذرا خصوصی خبر گیری فرماویں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۶)

نئے جڑے ہوئے لوگوں کی راحت کا خاص خیال رکھا جائے ان کے کرایہ کی بھی فکر کی جائے

فرمایا: دین کی جدوجہد میں مخلصین اور صادقین کا حصہ بس اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی رضا کا حصول ہوتا ہے، اور فتوحات اور مال ودولت جب ہاتھ آئے اس میں ضعفاء اور مؤلفۃ القلوب کا پہلے خیال کیا جاتا ہے۔

اسی اصول پر میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے ہمارے کام کی حقیقت کو ابھی نہیں سمجھا ہے اور اس لئے انھیں اس سے لگاؤ پیدا نہیں ہوا ہے، ان کو بلایا جائے تو ان کے کرایہ کی بھی فکر کی جائے اور ان کی خدمت اور مدارات کا بھی اپنے امکان بھر اہتمام کیا جائے، اور جو مخلصین کام کی حقیقت کو سمجھ کر اس میں لگ گئے ہیں، ان کے لئے ان چیزوں کی فکر نہ اٹھائی جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۷، ملفوظ: ۱۰۸)

کام کرنے والوں کے لئے چند قیمتی نصیحتیں اور کامیابی کا راستہ

فرمایا: خدا کے ساتھ تقویٰ کا برتاؤ رکھے، مخلوق کے ساتھ شفقت ومحبت کا

برتاؤ رکھے، اور اپنے نفس کے ساتھ تہمت کا برتاؤ رکھے۔

قناعت کا پیشہ اختیار کرے، عمر عزیز کی قیمت کو سمجھے۔

انتشار خیال سے صحت میں دیر لگتی ہے، اور یکسوئی سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۵)

فائدہ: خدا کے ساتھ تقویٰ کا برتاؤ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے، مخلوق کی خوشی یا ناراضگی کی پرواہ نہ کرے، مخلوق کو علم ہو یا نہ ہو، بلکہ محض اللہ کے خوف کی وجہ سے کرنے والے کاموں کو کرے اور نہ کرنے والے کاموں سے بچے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

مخلوق کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ رکھے جس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر ایک کے حقوق کو پہچانے، مثلاً والدین، بیوی اور دوسرے رشتہ دار، پڑوسی وغیرہ ان سب کے حقوق پوری رغبت اور خوشی سے ادا کرے۔

اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی رکھے اور لوگوں کے ساتھ خوش گمانی، دوسروں سے بدگمانی میں جلدی نہ کرے شرعی دلیل کے بغیر کسی سے بدگمان ہونا تہمت لگانا جائز نہیں، اور اپنے نفس سے زیادہ خوش گمان نہ ہو، بلکہ ڈرتا رہے کہیں نفس کی شرارت نہ ہو، کہیں تکبر میں نہ مبتلا ہو جائے، اور قناعت کا پیشہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہو جیسا مکان، جیسی روزی، جیسی گاڑی، جیسی بیوی جیسی اولاد جیسی صحت، جیسے متعلقین واحباب سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اس پر دل سے راضی رہے، اللہ کا شکر ادا کرے اسی کا نام قناعت ہے۔

اپنے اوقات کی قدر کرے، فضول کاموں اور فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرے، خیالات کو ادھر ادھر نہ لے جائے، یہی انتشار خیال ہے، دلجمعی اور یکسوئی کو اختیار کرے، اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے یہ بہت مفید ہے۔

قناعت وسادی معاشرت اللہ کی بڑی نعمت ہے

فرمایا: یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر آدمی کو چین اس چیز کے حصول سے ملتا ہے جس کی اسے رغبت اور چاہت ہو، مثلاً ایک شخص کو امیرانہ زندگی بیش قیمت کھانوں اور کپڑوں سے ہی رغبت ہے تو اس کو ان چیزوں کے بغیر چین و آرام نصیب نہیں ہوسکتا، لیکن جس کو چٹائی پر بیٹھنا، بوریئے پر سونا، سادہ لباس اور سادہ کھانا زیادہ مرغوب ہو ظاہر ہے کہ اس کو اسی میں زیادہ چین اور سکھ محسوس ہوگا، پس جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سادہ معاشرت مرغوب ہوجائے اور ان کو اسی میں لذت اور چین ملنے لگے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ ان کا چین ایسی چیزوں سے وابستہ فرمادیا جو بے حد سستی ہیں اور جن کا حصول ہر غریب وفقیر کے لئے بہت آسان ہے، اگر بالفرض ہماری رغبت ان بیش قیمت چیزوں میں رکھ دی جاتی جو دولت مندوں ہی کو میسر آسکتی ہیں تو شاید عمر بھر ہم بے چین ہی رہتے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۱ ملفوظ: ۱۲)

راحت کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہئے

فرمایا: راحت نعمت ہے، ناقدری کے طور چھوڑنا کفران نعمت (یعنی اس نعمت کی ناقدری) ہے، اور اعلاء کلمۃ الحق میں باعث اجر ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۱)

فائدہ: راحت اور آسانی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے، ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو باتوں میں کسی ایک کا

اختیار دیا جاتا تو آپ ایسر یعنی آسان کو ترجیح دیتے، اور اسی کو اختیار فرماتے، ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو نعمتیں عطا فرمائے تو اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس پر نعمت کا اثر دیکھا جائے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابی کو بہت خستہ حالت میں دیکھا حالانکہ اللہ نے ان کو نعمتوں سے نواز رکھا تھا، آپ نے ان کی حالت کو ناپسند فرمایا، ایک مرتبہ آپ ایک صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے اور فرمایا باسی پانی یعنی ٹھنڈا پانی پلاؤ۔

الغرض دنیاوی نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں ان سے فائدہ اٹھانا، اور جسم کو راحت پہنچانا یہ زہد وتقویٰ وتوکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ناقدری اور ناشکری ہے، البتہ دین کے خاطر اعلاء کلمۃ اللہ کے خاطر، مثلاً اللہ کے راستہ میں نکلنے کی حالت میں ایسی نعمتوں کو چھوڑنا پڑے، گھر کے راحت وآرام کو مرغوب غذاؤں کو آرام دہ بستروں کو چھوڑنا پڑے تو یہ نعمت کی ناقدری نہیں بلکہ مجاہدہ اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، واللہ اعلم۔

کام کے اختتام پر استغفار کا اہتمام کیجئے

اس کام میں لگنے کی وجہ سے دوسرے ضروری کاموں میں کوتاہی نہ ہونے پائے

فرمایا: کسی کام میں اشتغال اس کے علاوہ بہت سی چیزوں سے اعراض کو مستلزم ہوتا ہے، یعنی جب اشتغال فی شئی ہوگا تو اشتغال عن اشیاء ضرور ہوگا، اور پھر جس درجہ کا اشتغال فی شئی ہوگا تو دوسری چیزوں کے اہتمام میں اسی درجہ کمی بھی ہوگی، شریعت میں جو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر اچھے سے اچھے کام کے ختم پر بھی استغفار

کیا جائے، میرے نزدیک اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ شاید اس اچھے کام میں مشغولی اور انہماک کی وجہ سے کسی دوسرے امر کی تعمیل میں کوتاہی ہوگئی ہو، خاص کر جب کسی کام کی لگن میں دل لگ جاتا ہے، اور دل ودماغ پر وہ کام چھا جاتا ہے، تو پھر اس کے ماسوا دوسرے کاموں میں بسا اوقات تقصیر ہوجاتی ہے، اس لئے ہمارے اس کام میں لگنے والوں کو خصوصاً کام کے زمانہ میں کام کے خاتمہ پر استغفار کی کثرت اپنے اوپر لازم کر لینی چاہئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۰ ملفوظ: ۲۱۱)

فائدہ: اشتغال فی شئ کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک کام کی طرف خصوصی توجہ اور انہماک، اور اشتغال عن اشیاء کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی ایک کام کی طرف خصوصی توجہ اور انہماک ہوگا تو دوسرے کاموں کی طرف سے بے توجہی اور غفلت ضروری ہوگی، حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ دعوت وتبلیغ کی طرف توجہ کرنے کے نتیجہ میں دوسرے ضروری دینی یا دنیوی کاموں کی طرف سے غفلت اور لاپرواہی ہونے لگے، بلکہ سب کاموں کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے، اس کے بعد بھی کچھ کوتاہی ہوجائے گی، نادانستگی میں غفلت ہوسکتی ہے، اس کے لئے ہر کام کے اختتام پر استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

دعوت وہدیہ قبول کرنے کے متعلق ہدایت

فرمایا: اگر اشراف نفس سے محفوظ ہو، اور دعوت یا ہدیہ پیش کرنے والے کے متعلق محبت اور کام کی حرمت وتعظیم کا غلبۂ ظن یا یقین ہو تو اس کی دعوت یا ہدیہ کو اپنی محتاجگی کے استحضار کے ساتھ قبول کیا جائے۔

(مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۰)

خلوص ومحبت کی دعوت اور ہدیہ کو رد کرنا حرام ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۳ مکتوب:۲)

فائدہ :اشراف نفس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی سامان وغیرہ دیکھ کر، اس کے مل جانے اور اپنے پاس آجانے کا دل سے تقاضا ہونا، گو زبان سے اس کا اظہار نہ ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کے اس سامان کے نہ دینے اور نہ ملنے پر سخت رنج ہو، شکایت اور ناگواری ہو، موقع پڑنے پر دوسروں سے اس کا اظہار ہو، اسی کا نام اشراف نفس ہے۔

حضرتؒ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر طبیعت میں اشراف نفس نہ ہو اور کوئی محبت وعظمت کے ساتھ دعوت کرے یا ہدیہ پیش کرے تو ایسی دعوت اور ہدیہ کو قبول کر لینا چاہئے۔

لیکن وہ دعوت یا ہدیہ اس نیت سے قبول کرو کہ ہم اس کے محتاج ہیں اور ہمارے احتیاج کی بنا پر اللہ نے بھیجا ہے، یہ اللہ کا انعام ہے، اپنے کو بڑا اور مستحق سمجھ کر نہیں، بلکہ اپنے کو چھوٹا اور محتاج سمجھ کر قبول کرو، اگر احتیاج نہ ہو تب بھی اس خلوص کے ہدیہ کو قبول کر لو اور یہ سمجھو کہ اگرچہ بظاہر ہم کو اس ہدیہ اور دعوت کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ نے ہم کو بھی دے رکھا ہے، لیکن اس کے باوجود پر خلوص ہدیہ میں منجانب اللہ برکت ہوتی ہے، بعض لوگوں کی حلال کمائی میں نور ہوتا ہے، جس سے طاعات میں جی لگتا ہے، اس محبت و برکت کو حاصل کرنے کی نیت سے معمولی ہدیہ اور دعوت کو بھی محتاج سمجھ کر قبول کر لے، ایسے خلوص ومحبت کی دعوت یا ہدیہ کو بغیر عذر شرعی یا طبعی کے رد کرنا اور قبول نہ کرنا اللہ کی نعمت کی ناقدری ہے، اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حرام سے تعبیر کیا ہے۔

مشورہ کی اہمیت

فرمایا: مشورہ بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تم مشورہ کے لئے اللہ پر اعتماد کر کے جم کے بیٹھو گے تو اٹھنے سے پہلے تم کو رشد کی توفیق مل جائے گی۔
پھر فرمایا: یہ مضمون کسی حدیث میں آیا ہے، اس وقت اصل حدیث مجھے یاد نہیں۔
(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۵۸ ملفوظ: ۱۸۹)

فائدہ: مشورہ کرنے کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے، اور اہل ایمان کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کہ وہ اپنے اہم معاملات شورائی طریقہ پر طے کرتے ہیں، مشورہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ خود بھی مشورہ فرماتے تھے، اور امت کو بھی آپ نے مشورہ کرنے کا حکم دیا، مشورہ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مشورہ کرنے سے اس کام کے متعلق خیر وشر کے مختلف پہلو سامنے آجاتے ہیں، اور جن پہلوؤں پر ہر ایک کی نظر نہیں جاتی وہ پہلو بھی سامنے آجاتے ہیں، اس لئے مشورہ کرنے میں خیر ہی خیر ہے۔

تنبیہ: مشورہ کا تعلق انتظامی اور تجرباتی امور سے ہے، جن میں شریعت نے ہم کو مختلف صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے، احکام شرعیہ اور مسائل میں مشورہ نہیں کیا جائے گا، ایسے موقع پر تو متعینہ مسئلہ اور فتوے پر عمل ہوگا، مشورہ کر کے مسئلہ کے خلاف عمل کرنے کی اجازت نہیں، البتہ جدید مسائل میں ہر زمانہ کے فقہاء ومجتہدین کو حکم دیا گیا ہے کہ کتاب وسنت اور اصول فقہ کی روشنی میں شورائی طریقہ سے مسئلہ کا حل نکالیں اور امت اس کے مطابق عمل کرے،

قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: شاوروا الفقهاء العابدین ولا تمضوا فیه رأیاً خاصةً. (رواہ الطبرانی فی الاوسط، کذا فی مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۷۸، ج ۱)

مل جل کر باہمی مشورہ سے کام کرنے کی ضرورت

فرمایا: ہمارے اس کام میں اخلاص اور صدق دلی کے ساتھ اجتماعیت اور شوریٰ بینھم کی (یعنی مل جل کر اور باہمی مشورہ سے کام کرنے کی) بڑی ضرورت ہے، بغیر اس کے بڑا خطرہ ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۴۴ ملفوظ:۱۶۵)

فائدہ: مشورہ اگر اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور انفرادی طور پر ہے اس میں مشورہ کرنے والا خود مختار ہوتا ہے، مشورہ قبول کرے یا نہ کرے، مختلف شقوں میں جس شق کو چاہے اختیار کر لے، اور اگر مشورہ اجتماعی طور پر انتظامی امور میں ہو تو اگر اس میں مشورہ کا امیر بھی مشورہ سے طے ہو گیا ہو تو اس کے فیصلہ اور اس کی تجویز کو ماننا ضروری ہوگا الا یہ کہ وہ ایسی شق کو اختیار کرے جو شریعت کے اور مسئلہ کے خلاف ہو، یا اس میں یقینی ضرر اور نقصان ہو، اور اگر امیر مشورہ طے نہ ہو، یا امیر کے طے ہونے پر یا جس کو امیر طے کیا ہو اس پر سب کا اتفاق نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں کثرت رائے پر فیصلہ کرنے کی شرعاً اجازت ہے، قد صرح بہ التھانویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تبلیغی کام کرنے والوں کو اہم ہدایت

فرمایا: ہم جس دینی کام کی دعوت دیتے ہیں بظاہر تو یہ بڑا سادہ سا کام ہے، لیکن فی الحقیقت بڑا نازک ہے، کیونکہ یہاں مقصود صرف کرنا کرانا ہی نہیں ہے بلکہ اپنی سعی کر کے اپنی عاجزی کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ونصرت پر اعتماد پیدا کرنا ہے، سنت اللہ یہی ہے کہ اگر اللہ کی مدد کے بھروسہ پر اپنی سی کوشش ہم کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش اور حرکت ہی میں اپنی مدد کو شامل کر دیتے ہیں، قرآن مجید کی آیت: وَیَزِدْکُم قُوَّۃً الیٰ قُوَّتِکُم .میں اسی طرف اشارہ ہے، اپنے کو بالکل بے کار

سمجھ کر بیٹھے رہنا تو ''جبریت'' ہے، اور اپنی قوت پر اعتماد کرنا ''قدریت'' ہے (اور یہ دونوں گمراہیاں ہیں اور باطل فرقوں کا مسلک ہے) اور صحیح اسلام ان دونوں کے درمیان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جدوجہد اور کوشش کی جو حقیر سی قوت اور صلاحیت ہم کو بخش رکھی ہے، اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کو تو پورا پورا لگا دیں اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں، لیکن نتائج کے پیدا کرنے میں اپنے کو بالکل عاجز اور بے بس یقین کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی پر اعتماد کریں اور صرف اسی کو کارفرما سمجھیں۔

فرمایا: اسوۂ نبوی سے اس کی پوری تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے مسلمانوں کو ہماری دعوت بس یہی ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۴ ملفوظ: ۱۲۵)

دعا کی مقدار بڑھاؤ اور بڑوں کے زیر سایہ رہو

فرمایا: کام کے مقابلہ میں دعا کی مقدار کو زیادہ بڑھاؤ، اور کہو کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو مجھ سے یہ کام ہوگیا۔

چھوٹوں سے ملتے رہنا، اور بڑوں کے سایہ میں (یعنی علماء ومشائخ کے سایہ میں) زیادہ رہنا۔ (مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۲ و ۸۴)

ہر آدمی قربانی دینے کے لئے تیار رہے
ہر وقت کے مسائل مقامی علماء سے حل کیجئے

فرمایا: ایک نہایت ضروری امر کے لئے تکلیف دینے کے ارادہ سے رقعہ مزید تحریر میں لا رہا ہوں، وہ یہ کہ ہماری تحریک ایمان جس کی حقانیت اہل جہاں تسلیم کر چکے ہیں، اس کے عمل میں آنے کی صورت بجز اس کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو، اور کوئی بات ذہن میں نہیں آئی۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس ص ۱۳۵)

فرمایا: میرے بزرگ دوست ہر کام ہر شخص نہیں جانتا، میرے نزدیک جذبات کی درستگی اور دین کا صحیح سلیقہ تبلیغ کے بغیر آنا مشکل ہے، اور یہ ہر وقت کے مسائل مقامی علماء اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۱۴۰)

فائدہ: حضرتؒ کی ہدایت ونصیحت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف تو اس تحریک ایمان یعنی دعوت وتبلیغ کے لئے حدود شرع میں رہتے ہوئے ہر دم ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار رہیں، دوسرے یہ کہ مقامی علماء سے ربط رکھیں اور ہر وقت کے پیش آمدہ مسائل انھیں سے حل کرائیں، ان سے پوچھے اور ان سے مشورہ لیے بغیر کام نہ کریں، اس کے لئے وہ جتنا بھی وقت دیں اس کو غنیمت سمجھیں، یہ شیطانی حربہ ہے کہ جب تک وہ پورے طور پر ہمارے کام سے منسلک نہ ہوں یا ان کا چار چلہ اور سال نہ لگا ہو تو ہم اپنے ان مقامی علماء کے استفادہ سے اپنے کو محروم کرلیں، یہ تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایت کے خلاف ہے، حضرتؒ نے تو یہ شرط نہیں لگائی کہ انھیں مقامی علماء سے اپنے مسائل حل کراؤ جن کا وقت لگا ہو، ورنہ ان کی بات مت سنو، بلکہ حضرت نے تو یہاں تک ہدایت کی ہے وہ بھی دین کے بڑے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، ان سے تبلیغ میں نکلنے کے لئے مت کہو۔

کام کرنے والوں کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی چند اہم نصیحتیں

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد مسلم کی محبت سب نعمتوں سے (بڑی) نعمت ہے۔

اس (تبلیغی کام میں نکلنے اور) لگنے کا مقصود اللہ کے ساتھ تعلق اور شریعت کا پھیلانا ہے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۲۵ مکتوب ۲)

فائدہ: شریعت کے پھیلنے کا مقصد یہ ہے کہ انفرادی واجتماعی اور معاشرتی زندگی میں یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت کے مطابق عمل ہونے لگے، یہ اس کام کا مقصد ہے۔

فرمایا: یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے اور کبھی نظر خطا نہ کرے کہ مقصود دین کا ہر چیز کا محض وقت دعا کا بڑھانا ہے، اس میں ہر وقت زیادہ سعی کی جائے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۳۰)

فرمایا: یہ کام (یعنی دعوت وتبلیغ کا کام) خود جالب رحمت (یعنی اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے والا) ہے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۳۰)

نہایت جامع چار اہم نصیحتیں

یہ چار باتیں چار لاکھ حدیثوں کا خلاصہ ہیں:

(۱) اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ (بخاری) (یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)

(۲) جو چیز اپنے لئے پسند ہو دوسروں کے لئے (بھی وہی) پسند کرے۔

(۳) لایعنی سے بچنا۔

(۴) چھوڑ دے اس چیز کو جو تجھے شبہ میں ڈالے اور اختیار کر اس چیز کو جو تجھے شبہ میں نہ ڈالے۔ (مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۹)

فائدہ: حضرتؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ متعدد حدیثوں کا خلاصہ اور مغز ہے، پہلی بات کا حاصل یہ ہے کہ دین ودنیا کا تمہارا کوئی بھی کام ہو اس میں اپنی نیت درست رکھو، تمہارا وہ عمل خالص اللہ کے واسطہ ہو، نماز، روزہ، عبادت، تقریبات

(ولیمہ ختنہ وغیرہ) کسی عمل میں بھی دکھاوے، شہرت اور بڑا بننے کا جذبہ نہ ہو، دنیاوی مفاد پیش نظر نہ ہو بلکہ شریعت کا حکم سمجھ کر صرف اللہ کی رضا اور اس کے اجر وثواب کے لئے ہو، یہی اخلاص ہے، اس کے علاوہ فاسد نیت سے جو کام بھی کیا جائے گا وہ عنداللہ مقبول نہ ہوگا بلکہ وبال جان اور باعث عذاب ہوگا یہی مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کہ اِنّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ (بخاری) یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

دوسری بات کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرو وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرو، مثلاً کاروبار، تجارت میں سامان کے عیب کو چھپا کر فروخت کر دیا جائے، دھوکہ دیا جائے، خیانت کی جائے تم اپنے لئے اس کو ناپسند کرتے ہو تو دوسرے کے لئے بھی اس کو ناپسند کرو، اور تم اس کے مرتکب نہ ہو، اسی طرح جو اپنی اولاد کے لئے ناپسند کرتے ہو دوسروں کی اولاد کے لئے بھی ناپسند کرو، وغیر ذلک، حدیث پاک میں اس کو علامات ایمان میں سے بیان کیا گیا ہے، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا، ایمان کے نام پر محنت کرنے والے ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھیں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا یُؤمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ. یعنی کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف ص۴۲۲)

تیسری بات کا حاصل یہ ہے کہ فضول کام اور فضول بات سے پورے طور پر احتراز کیا جائے جس میں نہ دین کا نہ دنیا کا نہ اپنا نہ غیر کا، کوئی نفع نہ ہو، یہی فضول کام اور فضول بات ہے، قرآن وحدیث میں مختلف موقعوں پر اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور اہل ایمان کی علامات میں اس کو بیان کیا گیا ہے وَالَّذِینَ ھُم عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُون ۔یعنی کامیاب ایمان والے وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور فضول باتوں سے بچتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مِنْ حُسْنِ إسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ

مَالَا یَعْنِیْہِ. (رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان ص ۴۱۳)

یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے اور ایسے شخص کا اسلام اچھا ہے جو فضول باتوں اور فضول کاموں کو ترک کردے۔

چوتھی چیز شبہ اور کھٹک والی چیز سے اپنے کو یکسو کرلو، یعنی اس سے پرہیز کرو، یہ بھی حدیث پاک کا مفہوم اور خلاصہ ہے، مطلب یہ کہ ناجائز امور جو واضح ہیں وہ تو ناجائز ہیں ہی ان سے بچنا ضروری ہے، بہت سے امور ایسے ہیں جن کے ناجائز ہونے میں شبہ اور کھٹک ہے تو تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ علماء سے مشورہ کے بعد شبہ اور کھٹک والی چیز سے بھی پرہیز کرو، یہ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہے، اس کے بغیر آدمی محض تسبیح پڑھنے سے کامل متقی نہیں بن سکتا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے دَعْ مَا یُرِیْبُکَ إِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ. یعنی شک شبہ والی چیزوں کو بالکل چھوڑ دو۔

(ترمذی شریف ص ۲۱۴، ج ۲، پاکستان، حدیث ۲۵۱۸)

اہل تبلیغ کے لئے خصوصی ہدایات اور اہم نصائح

فرمایا: (۱) میرے دوستو! اپنے وقتوں کو اور اپنی نیتوں کو اللہ جل جلالہ کی عظمت اور ذکر اور دھیان سے مشغول رکھنے میں اور لغو اور فضول امر سے محفوظ رکھنے میں ہرگز ہرگز کمی نہ کیجیو۔

(۲) مسلمان کتنا ہی کم درجہ کا ہو، عظمت سے اس کی طرف نگاہ کی مشق کرو۔

(۳) اور ذکر سے اپنی خلوتوں کو اور خلوص کے ساتھ اللہ کی نہایت عظمت لئے ہوئے دعوت الی الحق سے اپنی جلوتوں کو مشغول رکھو۔

(۴) ہمتیں بلند رکھو، ہاری تھکی طبیعت مت رکھو، ہشاش بشاش چلتا پھرتا خوش خلق (بااخلاق) آدمی اللہ کو نہایت محبوب ہے، اور اس کے مقابل آخرت کی فکر میں ملال

بھی اللہ کو پسند ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ غالب (یعنی اکثر اوقات میں) رنجیدہ رہنے کی تھی۔ (مکتوبات وارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۲۸)

یہ مت دیکھو کتنا کر چکے یہ دیکھو آگے کیا کرنا ہے

فرمایا: (۱) مولوی صاحب! جو کام ہو چکا اس کا کیا ذکر کرنا ہے۔

(۲) بس یہ دیکھو کہ جو کچھ ہم کو کرنا تھا اس میں سے کیا رہ گیا، اور جو کچھ کیا جا چکا اس میں کتنی اور کیسی کیسی کوتاہیاں ہوئیں، اخلاص میں کتنی کمی رہی، اللہ تعالیٰ کے امر کی عظمت کے دھیان میں کتنا قصور ہوا، آداب عمل کے تفقد میں اور اسوۂ نبوی کے اتباع کی کوشش میں کتنا نقصان رہا؟

(۳) مولوی صاحب! ان امور کے بغیر پچھلے کام کا ذکر مذاکرہ اور اس پر خوش ہونا بس ایسا ہے جیسے راستہ چلنے والا مسافر کھڑا ہو کر پیچھے کی جانب دیکھنے لگے اور خوش ہونے لگے۔

پچھلے کام کی کوتاہیاں تلاش کرو اور آئندہ ان سے بچنے کی کوشش کرو

(۴) پچھلے کام کی صرف کوتاہیاں تلاش کرو اور ان کی تلافی کی فکر کرو اور آئندہ کے لئے سوچو کہ کیا کرنا ہے؟

(۵) یہ مت دیکھو کہ ایک شخص نے ہماری بات سمجھ لی اور اعتراف کر لیا، بلکہ اس پر غور کرو کہ ایسے کتنے لاکھ اور کتنے کروڑ باقی ہیں جن کو ہم ابھی اللہ کی بات پہنچا بھی نہیں سکے ہیں اور کتنے ہیں جو واقفیت اور اعتراف کے بعد بھی ہماری کوششوں کی کمی کی وجہ سے عمل پر نہیں پڑے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۶۱ ملفوظ: ۱۹۳)

دینی کام کرنے والوں کو اہم نصیحت

فرمایا :اگر فی الحقیقت آپ پہلے یہ سمجھتے تھے کہ آپ میں کچھ طاقت وقوت ہے اور آپ کچھ کر سکتے ہیں تو اس وقت آپ اللہ کے کام کے قابل نہ تھے، اور اگر اب آپ کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ میں کوئی قوت وطاقت نہیں ہے اور آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں تو اب ہی آپ اللہ کے کام کے قابل ہوئے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۳۹ ملفوظ:۱۵۹)

یقین کو پختہ رکھو اور اللہ سے ڈرتے بھی رہو

فرمایا :اعتقادات کے بارے میں بھی اصول یہ ہے کہ اپنی طرف سے تو اعتقاد کو واثق اور مضبوط رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے خلاف وساوس کو بھی نہ آنے دے، لیکن پھر بھی ڈرتا رہے کہ کما حقہ یقین مجھے حاصل ہے یا نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ابن ابی ملیکہ کا جو یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ''**لقیت ثلثین من أصحاب النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کلھم یخشیٰ علی نفسہ النفاق** '' اوکما قال، (ترجمہ: ابن ابی ملیکہؒ تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۰ صحابیوں سے ملاقات کی میں نے ان میں سے ہر ایک کو اپنے نفس کے بارے میں نفاق سے ڈرتا ہوا پایا) تو اس کی حقیقت یہی ہے۔

فرمایا :اعتقاد اور یقین کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ اللہ ورسول نے جو کچھ فرمایا ہے دل کی طرف سے ہیبت اور توقیر اور اعزاز کے ساتھ اس کا استقبال ہو، اس صورت میں عمل بھی ہوگا اور عمل میں جان بھی ہوگی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۶ ملفوظ:۱۲۹)

اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کام کیجئے ان شاءاللہ کامیابی ہوگی

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں بلا شبہ وہ بالکل یقینی ہیں اور آدمی اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے تجربات کی روشنی میں جو کچھ سوچتا ہے اور جو منصوبے قائم کرتا ہے وہ محض ظنی اور وہمی باتیں ہیں، مگر آج کا عام حال یہ ہے کہ اپنے ذہنی منصوبوں اور اپنے تجویز کئے ہوئے وسائل واسباب اور اپنی سوچی ہوئی تدابیر پر یقین واعتماد کر کے لوگ ان کے مطابق جتنی محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اللہ کے وعدوں کی شرطیں پوری کر کے ان کا مستحق بننے کے لئے اتنا نہیں کرتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیالی اسباب پر ان کو جتنا اعتماد ہے اتنا اللہ کے وعدوں پر نہیں ہے اور یہ حال صرف ہمارے عوام کا ہی نہیں ہے، بلکہ سب ہی عوام وخواص اِلّا من شاء الله، الٰہی وعدوں والے یقینی اور روشن راستہ کو چھوڑ کر اپنی ظنی اور وہمی تدبیروں ہی میں الجھے ہوئے ہیں، پس ہماری اس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی سے اِس اصولی اور بنیادی خرابی کو نکالنے کی کوشش کی جائے، اور ان کی زندگیوں اور سرگرمیوں کو ظنون واوہام کی لائن کے بجائے الٰہی وعدوں کے یقینی راستہ پر ڈالا جائے، انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہی ہے اور انھوں نے اپنی امتوں کو یہی دعوت دی ہے کہ وہ اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے اور بھروسہ کر کے ان کی شرطوں کو پورا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر کے ان کے مستحق بنیں، اللہ کے وعدوں کے بارے میں جیسا تمہارا یقین ہوگا ویسا ہی تمہارے ساتھ اللہ کا معاملہ ہوگا، حدیث قدسی ہے: انا عند ظن عبدی بی. بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھتا ہے اسی کے مطابق میں اس سے معاملہ کرتا ہوں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۸ ملفوظ: ۱۱۷)

اپنے عیبوں کو دیکھو اور دوسروں کی خوبیاں تلاش کرو اور بیان کرو

فرمایا :اس گاڑی کے دو پہیئے ہیں، اپنی برائی اور دوسروں کی خوبی تلاش کرو، شکایت کا دروازہ بند کرو، نہ افراد کی، نہ امت کی، دوسروں کے عیب کی کوشش بے ہنری ہے، اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۵)

فائدہ:حضرتؒ نے اس ہدایت میں کامیابی کا راز بتلایا ہے، اور آگاہ فرمایا ہے کہ کام کو نقصان کس طرح پہنچ سکتا ہے، واقعہ یہی ہے کہ شیطان اسی راہ سے داخل ہوکر آپس میں اختلاف کرا کر کام کو نقصان پہنچا دیتا ہے، ہوتا یہ ہے کہ دوسرے نیک کاموں اور معمولات کے ساتھ دوسرے اوقات اور خصوصی ونجی مجلسوں میں دوسروں کی خوبی کے بجائے عیب تلاش کئے جاتے ہیں، عیب جوئی پھر عیب گوئی، پھر غیبت، بدگمانی اور بدزبانی کا دروازہ کھلتا ہے، کبھی افراد کی کبھی جماعت کی، کبھی عوام کی کبھی خواص کی، کبھی کسی مقتدی کی کبھی کسی امام کی، بس یہی حرکت ہمارے کام کو نقصان پہونچادیتی ہے، ہم کو بجائے عیب کے دوسروں کی خوبیاں تلاش کرنا چاہئے اور اسی کا تذکرہ کرنا چاہئے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی مبلغین کے لئے یہ خصوصی ہدایت ہے کہ دوسروں کی خوبیاں دیکھو اور اپنی برائی دیکھو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

برائیوں کی اصلاح برائی بیان کرنے سے نہیں ہوگی

فرمایا :دوسری بات یہ یاد رکھو کہ مسلمانوں کی برائیوں کا انسداد ان کی

برائیوں کی برائی بیان کرنے سے نہیں ہوسکتا، بلکہ چاہئے کہ ان میں جو ایک آدھ بھی اچھائی موجود ہو اس کی تکثیر کی جائے (یعنی اس خوبی کو خوب بیان کیا جائے) برائیاں خود بخود دور ہو جائیں گی (یہ فطری بات ہے) (مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ۱۶۳)

معمولی نیکی کو حقیر مت سمجھو اور تھوڑے وقت کی بھی قدر کرو

فرمایا: جو کر سکتے ہو کر گذرو، نہ کسی عمل کو چھوٹے ہونے کی بنا پر حقیر سمجھو، نہ وقت کے کم ہونے کی وجہ سے دوسرے وقت کا انتظار کرو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۳۵)

فائدہ: حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی ہے، کسی عمل خیر کو اس کے چھوٹے اور آسان ہونے کی بنا پر حقیر نہ سمجھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيئاً (مسلم شریف، ص ۳۲۹، ج ۲) کسی نیکی اور خیر کے کام کو معمولی مت سمجھو، کیونکہ اخلاص کی بنا پر وہ چھوٹی نیکی بہت بڑی نیکی بن کر ظاہر ہوسکتی ہے، دوسرے قیامت کے دن ایک ایک نیکی کی ضرورت پڑے گی، اس وقت اس نیکی کی قدر معلوم ہوگی جو یہاں ہلکی معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ جو کرنا ہے کر گذرو، نیک کام میں دیر نہ کرو، آج کا کام کل پر مت ٹالو، وقت کی کمی کی وجہ سے دوسرے وقت کا انتظار نہ کرو، کبھی شیطان اس خیال کے ذریعہ محروم کرنا چاہتا ہے، جتنا بس میں ہو بس اتنا کر گذرو اور کام شروع کردو، حق تعالیٰ کا فرمان ہے: وَسَارِعُوا اِلیٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكم، یعنی اپنے رب کی مغفرت والے کاموں یعنی نیک کاموں میں جلدی کرو، فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات (آل عمران، پ۴) بھلے کاموں کی طرف سبقت کرو، لپکو، جلدی کرو، ہمارے اکابر ایسا ہی کرتے تھے۔

ناقدری کے موقع میں خطاب خاص سے دعوت دینے اور تبلیغ کرنے سے احتراز کیجئے

فرمایا: جب خطاب کی ناقدری شروع ہوجائے تو تبلیغ میں براہ راست خطاب کرنا درست نہیں، اس کے ماحول (اردگرد، قرب وجوار) میں تبلیغ کرے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص ۳۲)

فائدہ: حضرتؒ نے دعوت وتبلیغ کے ایک اہم اصول کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دین کی بات سنانے اور دعوت وتبلیغ کرنے میں جب دین کی بات کی ناقدری ہونے لگے، مثلاً لوگ اس کی طرف بالکل توجہ نہ کریں، یا سننا نہ چاہیں، یا اس کا مذاق اڑائیں تو ایسے لوگوں میں اس وقت دعوت وتبلیغ کا کام نہ کرے، بلکہ وقت کا انتظار کرے، بجائے ان لوگوں کے ان کے اردگرد ان کے ماحول میں دوسرے لوگوں کو تبلیغ کرے جن کے بات سننے کی امید ہو اور پھر ان کے واسطے ان تک بات پہونچانے کی کوشش کرے، خطاب خاص میں جب کہ ناقدری کا خطرہ ہو، بات کہنے سے احتیاط کرنا چاہئے، زبردستی سنانے کی کوشش نہ کرنا چاہئے، اس سے بسا اوقات بجائے نفع کے نقصان ہوجاتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے خطاب عام میں تبلیغ کرنا کافی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

کسی کے درپے نہ ہونا چاہئے (یعنی پیچھے نہ پڑنا چاہئے) اس میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو غرض کا شبہ ہوجاتا ہے، دوسرے یہ کہ اس میں فریق بندی ہوجاتی ہے، پھر کوئی کام نہیں ہو پاتا، تیسرے یہ کہ شروع میں تو نیت کے اندر خلوص

ہوتا ہے پھر جب بات کی پچ ہو جاتی ہے تو نفسانیت بھی آجاتی ہے، پھر ثواب بھی نہیں ہوتا، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَنِ اسْتَغْنىٰ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدّىٰ. وقال: أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ، جو شخص دین سے بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر کرتے میں پڑے ہیں، حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے، استغناء کے وصف سے آپ کو اس سے تنفّر دلایا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج۸ص ۲۹۷ جزء دوم)

لوگوں کے الزامات وبہتان تراشی سے بددل نہ ہوئیے، یہ تو سنت انبیاء ہے، استقبال واکرام کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھئے

فرمایا: ہمارے کارکن اس بات کو مضبوطی سے یاد رکھیں کہ اگر ان کی دعوت وتبلیغ کہیں قبول نہ کی جائے اور الٹا ان کو برا بھلا کہا جائے، الزامات لگائے جائیں تو وہ مایوس اور ملول نہ ہوں اور ایسے موقع پر یہ یاد کرلیں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی خاص سنت اور وراثت ہے، راہ خدا میں ذلیل ہونا ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتا ہے، اور جہاں ان کا استقبال اعزاز واکرام کیا جائے ان کی دعوت وتبلیغ کی قدر کی جائے اور طلب کے ساتھ ان کی باتیں سنی جائیں تو اس کو اللہ پاک کا فقط انعام سمجھیں اور ہرگز اس کی ناقدری نہ کریں، ان طالبوں کی خدمت اور تعلیم کو اللہ کے اس احسان کا خاص شکریہ سمجھیں اگرچہ چھوٹے سے چھوٹے طبقہ کے لوگ ہوں، قرآن پاک کی آیات: **عَبَسَ وَتَوَلّىٰ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمىٰ** الخ. میں ہم کو یہی سبق دیا گیا ہے، ہاں اس صورت میں اپنے نفس کے فریب سے بھی ڈرتے رہیں، نفس اس مقبولیت ومطلوبیت

کو اپنا کمال نہ سمجھنے لگے، نیز اس میں ''پیر پرستی'' کے فتنہ کا بھی سخت اندیشہ ہے، لہٰذا اس سے خاص طور سے خبردار رہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۳ ملفوظ:۲۵)

کسی بھی عمل کو مقبول بنانے کا طریقہ اور اس کی علامت

فرمایا: ہر عمل کا جزو اخیر اعتراف تقصیر اور خشیۂ رد (یعنی عمل کے قبول نہ ہونے کا خطرہ) ہونا چاہئے، یعنی ہر نیک عمل کو اپنی طرف سے تو بہتر سے بہتر ادا کرنے کی کوشش کرے لیکن پھر اس کے خاتمہ پر یہ احساس ہونا چاہئے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا اور جیسا کرنا چاہئے تھا ویسا نہیں ہوسکا اور اس کی بناء پر دل میں یہ خوف اور خطرہ ہونا چاہئے کہ کہیں ہمارا عمل ناقص اور خراب ہونے کی وجہ سے مردود قرار دے کر قیامت میں ہمارے منہ پر نہ ماردیا جائے اور پھر اسی احساس اور اسی خوف وخطر کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا جائے اور بار بار استغفار کیا جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۶ ملفوظ:۱۲۸)

ہر اچھے کام کے اختتام پر استغفار کا اہتمام کیجئے

فرمایا: جتنا بھی اچھے سے اچھا کام کرنے کی اللہ توفیق دے ہمیشہ اس کا خاتمہ استغفار پر ہی کیا جائے، غرض ہمارے ہر کام کا جزوِ آخر استغفار ہو، یعنی یہ سمجھ کر کہ مجھ سے یقیناً اس کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان کوتاہیوں کے لئے اللہ سے معافی مانگی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے ختم پر بھی اللہ سے استغفار کیا کرتے تھے، لہٰذا تبلیغ کا کام بھی ہمیشہ استغفار ہی پر ختم کیا جائے، بندہ سے کسی طرح بھی اللہ کے کام کا حق ادا نہیں ہوسکتا، نیز ایک کام میں مشغولیت بہت سے دوسرے

کاموں کے نہ ہوسکنے کا بھی باعث بن جاتی ہے، تو اس قسم کی چیزوں کی تلافی کے لئے بھی ہر اچھے کام کے ختم پر استغفار کرنا چاہئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۸ ملفوظ: ۳۴)

فتنے کیسے دبیں؟

عیبوں کی پردہ پوشی کیجئے اور سخاوت کی عادت ڈالئے

فرمایا: پرانے کام کرنے والوں سے تعلق رکھو، کچھ اوقات کی قربانی کیجئے، اس تحریک سے بہت سے فتنہ دب گئے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۱)

اگر خرابیوں کے ساتھ نظر اندازی و پردہ پوشی اور خوبیوں کے ساتھ پسندیدگی اور اعزاز کا مسلمانوں میں رواج پیدا ہوجائے تو بہت سے فتنے دنیا سے اپنے آپ اٹھ جائیں۔

مومنین کا آپس میں حسن ظن حق تعالیٰ کے جود وسخا کے دہانے کھلوانے کے لئے بہترین مفتاح رحمت ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۱)

فائدہ: حضرتؒ نے اپنے تبلیغی کام کرنے والوں کو ایسی ہدایت اور نصیحت فرمائی ہے کہ اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے تو آج بھی اس تحریک سے بے شک فتنے دب جائیں اور دشمن دوست بن جائیں، غیر اپنے ہوجائیں، آپ نے سارے تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایت دی ہے کہ چھوٹے بن کر رہو، پرانے کام کرنے والوں سے ربط رکھو، وقت نکال کر ان کے پاس جاؤ، کچھ وقت کی قربانی دو، کوئی بھی فرد ہو یا جماعت ان کی خرابیوں اور عیبوں پر نظر مت ڈالو، بلکہ اس کی پردہ پوشی کرو، ان کے کمالات اور خوبیوں پر نظر رکھو، اور اسی کا تذکرہ کرو، ایک دوسرے سے حسن ظن رکھو اور

نرمی کا برتاو رکھو، سخاوت سے کام لو، کچھ پیسہ خرچ کرو، خصوصاً مخالفین کے ساتھ، یہی وہ اعمال ہیں جو حق تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھولنے والے ہیں، انھیں اخلاق سے فتنے دب جائیں گے، دشمن دوست بن جائیں گے، یہی ہمارے کام کا اصول ہے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَاِذَاالَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَأَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ، برائی کو اچھائی سے دفع کرو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس سے تمہاری دشمنی ہے وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔

تبلیغی ساتھیوں سے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی گذارش

ان اصولوں کی بہت پابندی کیجئے ورنہ سخت خطرہ ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

ضروری اہم بات یہ ہے کہ میرے احباب اپنی خصوصی کوششیں اور اصلی سعی اور اپنے خیالات اور قلوب کی توجہ کا رخ اپنے ان اصولوں کی غایت پابندی کے ماتحت تبلیغ کے فروغ دینے ہی میں مشغول رکھیں، ہر نیا کھڑا ہونے والا فتنہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس رویہ سے خود بخود فرو (ختم) ہوگا، ورنہ بہت خطرہ ہے کہ طبائع کی چھیڑ چھاڑ کے ساتھ خود طبعی مناسبت ہونے کی وجہ سے یہی سلسلہ خدانخواستہ پائیدار نہ ہو جائے، اور تبلیغ کا راستہ خدانخواستہ ضعیف نہ ہو جائے۔

البتہ سب کی رائے کہیں صریح منکرات کے دلائل پر ہو جائے تو کبھی کبھی ان دلائل میں قوت اور زور کے ساتھ مطالبہ کرنے میں مضائقہ نہیں ورنہ میرے خیال میں تو وہی بات ہے کہ تمام ملکی جامعوں اور مجامع میں اس مضمون کی اشاعت کا اہتمام کر لیا جائے۔

ہر جگہ تبلیغ کی کوشش عموماً اور اس کے مجمع اور اجتماع والے گاؤں میں اس کے ماحول میں اپنے اصول کی نہایت پابندی کے ساتھ تبلیغ کے فروغ میں بہت زیادہ کوشش بڑھادو، جہاں تک ہوسکے چھیڑ چھاڑ سے بہت بچتے ہوئے، پھر بھی کہیں ضرورت پڑجائے تو دلائل کے مطالبہ سے ہرگز کمی اور دریغ نہ کرو، مگر حریفوں کی اسلامی حرمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۲)

ایسا شخص ولی ہوجاتا ہے، ولی بننے کا آسان نسخہ

فرمایا: جب عبادات شوق اور ذوق کے ساتھ ادا ہوں گی، پھر ان کی برکت سے عادات درست ہوجاویں گی، ایسا شخص ولی ہوجاتا ہے، اس کا ہر کام اللہ اور اللہ کے رسول کے موافق ہوگا۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۳)

فائدہ: ولایت کے بارے میں لوگوں کے طرح طرح کے تصورات اور خیالات ہیں، حضرتؒ نے اپنے فرمان میں اس بات کو واضح فرمادیا کہ ولی وہ ہے ''جس کا ہر کام شریعت کے موافق ہو، اور اللہ کے واسطے ہو'' جس کے اندر یہ معیار پایا جائے وہ ولی ہے، مسئلہ صرف نماز کا یا چند دینی اعمال کا نہیں بلکہ جملہ عبادات کا ہے، صرف عبادات کا نہیں بلکہ معاملات ومعاشرت، اخلاق وغیرہ سے متعلق زندگی کے ہر کام کا ہے کہ ہمارا ہر کام شریعت کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو، بس یہی ولایت کا راستہ ہے۔

البتہ اس میں اہمیت اور اولیت عبادات کو دی گئی ہے کہ پہلے عبادات کو درست کرو، اللہ سے معاملہ درست رکھو، اس کا حق پہچانو اور ادا کرو، عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ سب ہی شامل ہیں جب یہ درست ہوں گے تو پھر اس

کی برکت سے زندگی کے دوسرے کام اور عادات بھی درست ہو جائیں گی، اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات کے سلسلہ میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے، ہم کو اپنی عبادات کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہئے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں، اسی میں کوتاہی ہو رہی ہے، یہ نقل وحرکت چلت پھرت بھی عبادت کو درست کرنے اور زندہ کرنے، پھر اپنے اعمال واخلاق درست کرنے کے لئے ہے، ورنہ یہ چلت پھرت بھی محض رسم اور لا حاصل ہو کر رہ جائے گی۔

تمام تبلیغ والوں اور دعوت کا کام کرنے والوں کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی چند اہم نصیحتیں

فرمایا:(۱) کلمہ کا لفظ بمنزلہ جسم کے ہے، دھیان بمنزلہ روح کے ہے، الفاظ کو نہایت صحیح کرو، جسم جیسا پاکیزہ ہوگا روح ویسی ہی ہوگی۔

(۲) نماز کے ہر رکن کو تھام تھام کر پڑھا کرو، قلب کو متوجہ اس کی بڑائی کی طرف کرو، ہر رکن کے کرنے سے پہلے اس کی نیت کرتے ہوئے ادا کرو۔

(۳) صدقہ اپنے مال کے خرچ کرنے سے یہ نماز یہ کلمہ درست ہوگا، کیونکہ دل مال کی طرف متوجہ ہے، جب اس سے فارغ ہوگا تب ہی تو یہ چیزیں درست ہوں گی، مال عالمِ امتحان ہے، اب دیکھو مال بڑا ہے یا خدا؟ خدا کے سوا جس کی محبت ہو، اس کو دل سے نکال دو، بڑا تو خدا ہی ہے۔

(۴) کثرت سے نماز پڑھتے رہو، کثرت سے خرچ کرتے رہو۔

(۵) مکتب اپنے خرچہ سے ہر گاؤں میں قائم کرو، قرآن کو شائع کرو، شائع ہونا عظمت کی دلیل ہے۔

(۶) انھیں کاموں کو گاؤں گاؤں پھیلاؤ یہ آقا کا حکم ہے، غلام کو اس کا ماننا ضروری ہے۔

(۷) حقوق کا دھیان، جو شخص ان کاموں کو کرے گا اس کا قلب عرش پاک (اللہ کا گھر) ہو جائے گا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۲،۵۳)

فائدہ: حقوق کے دھیان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ہر شخص پر جن لوگوں کے حقوق مقرر کئے ہیں مثلاً ماں، باپ، اولاد، بیوی، پڑوسی اور دوسرے رشتہ دار حتی کہ غیر مسلم اور پالتو جانور وغیرہ، شریعت نے سب کے حقوق مقرر کئے اور بیان کئے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے دعوت وتبلیغ سے منسلک تمام لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ سب کے حقوق کو پہچانیں اور ان کے ادا کرنے کا خاص اہتمام رکھیں۔

دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کیلئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی

ضروری ہدایتیں اور اہم نصیحتیں

باب ۳

اتباع سنت کے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی

فرمایا: اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف کامیابی کا راستہ، تبلیغ کی صلاحیت سنتوں پر عمل کرنے میں ہے، خواہ چھوٹی ہی ہوں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص: ۴۰-۴۱)

فائدہ: اس ارشاد میں حضرتؒ نے اتباع سنت کی ضرورت اوراس کی اہمیت پر زور دیا ہے کہ کامیابی کا واحد راستہ اتباع سنت ہے، تبلیغی احباب کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت کا اہتمام کریں اس کے بغیر تمہارے اندر تبلیغ کی صلاحیت اور استعداد بھی نہیں پیدا ہوسکتی، جو ہوگی وہ صرف ظاہری اور رسمی ہوگی، حقیقی تبلیغ اتباع سنت کے اہتمام کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

سنت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہر سنت کا اہتمام ضروری ہے، سنتوں کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات ومعاشرت اور اخلاق وحقوق العباد کی ادائیگی سے، زندگی کے تمام شعبوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو معلوم کر کے عمل کرنا ضروری ہے، مثلاً روز مرّہ کی زندگی میں کھانے پینے، سونے جاگنے کی سنتیں اور دعائیں، معاشرت کی سنتیں یعنی گھر والوں، بیوی بچوں کے ساتھ برتاؤ، رشتہ داروں سے تعلقات رکھنے، بیماروں کی عیادت کرنے کی سنتیں، معاملات، یعنی قرض کے لین دین، بیع وشراء وغیرہ کی سنتیں، الغرض زندگی کے ہر شعبہ کی سنتوں کو معلوم کر کے عمل کرنا ضروری ہے، البتہ شریعت نے یہ آسانی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنتیں ایسی ہیں جن کا تعلق عادات سے اور آپ کی طبعی پسندیدگی سے ہے مثلاً یہ کہ آپ کو کھانے میں لوکی، کدو پسند تھا، پینے میں ٹھنڈا پانی پسند تھا وغیر ذلک، ایسی

سنتوں کو سنن عادیہ یا سنن زوائد کہا جاتا ہے جن کی اتباع کا شریعت نے مکلّف نہیں بنایا، لیکن اگر کریں گے تو محبت کی وجہ سے ثواب ملے گا، نہ کرنے سے گناہ نہ ہوگا، لیکن پہلی قسم کی سنتیں جن کو سنت عبادت کہتے ہیں یا سنن احکام، سنن ہدیٰ یا سنن تشریعیہ کہا جاتا ہے ان کو معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، نہ کرنے سے نقصان بھی ہوگا، اور آخرت میں محرومی بھی، اصحاب تبلیغ کو اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق سنتوں کو معلوم کر کے ان کو زندہ کرنے کی کوشش کریں، ایسی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ جس میں آپ کی سنتوں کو اہتمام سے جمع کیا گیا ہو مثلاً ''اسوۂ رسول اکرم'' نامی کتاب، یا اس کے علاوہ دوسری کتابیں علماء و مشائخ سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں تب جا کر ہمارے اندر تبلیغ کی صلاحیت پیدا ہوگی، ورنہ صرف وقت گذاری سے وقت تو گذر جائے گا حقیقت حاصل نہ ہوگی۔

بڑوں کی ماتحتی اختیار کیجئے ان کی صحبت، خدمت، محبت وعظمت کو غنیمت جانئے

فرمایا: ان سب کے لیے (یعنی دین میں ترقی اور دعوت وتبلیغ میں کامیابی کے لیے) اپنے بڑوں کی ماتحتی میں چلنا ہے یہ سب سے اعلیٰ ہے، ان کی صحبت ان کی خدمت ان کی محبت سے سب کچھ ملتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۶۶)

فائدہ: حضرتؒ اپنے تمام متعلقین اور تبلیغی کارکنوں کو یہ ہدایت اور نصیحت فرمارہے ہیں کہ اپنے سے بڑوں کی قدر ومنزلت پہچانو، ان کی ماتحتی میں زندگی گذارو، ان سے ربط رکھو، ان سے محبت رکھو، ان کی خدمت میں حاضری دو، ان کی صحبت میں وقت گذارو، یہی ان کی قدر وقیمت ہے، ان کی قدر وقیمت سے تمہیں

سب کچھ ملے گا یعنی ہر موڑ پر وہ تمہاری صحیح رہنمائی کریں گے، اس سے تم کو سب کچھ ملے گا یعنی دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل ہوگی۔

یہ نصیحت ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اپنے تمام تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے کہ بڑوں کی ماتحتی قبول کرو۔

اب رہی یہ بات کہ بڑے کون ہیں، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے جن کو بڑا بنایا، جن کی بڑائی کو تسلیم کیا، جو نبی کے وارث اور جانشین ہیں، جن کی فضیلت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، جن کی تکریم وتعظیم کا آپ نے حکم دیا، وہ کون ہیں علماء حق اور مشائخ دین یہی امت کے بڑے اور نبی کے وارث اور جانشین ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ** (مشکوۃ کتاب العلم) بے شک علماء نبی کے وارث اور جانشین ہیں مولانا محمد الیاس صاحبؒ انہیں کی ماتحتی میں کام کرنے اور ان کی صحبت وخدمت و محبت کی ہدایت فرمارہے ہیں، اور اس کام کو سب سے اعلیٰ فرمارہے ہیں، کیونکہ ان کی رہنمائیوں کی وجہ سے بہت سے فتنوں شیطانی ہتھکنڈوں اور گمراہیوں سے حفاظت رہتی ہے، اسی کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ**" (مشکوۃ شریف، کتاب العلم)

ترجمہ: ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

چھوٹے بڑوں کے اور بڑے چھوٹے کے محتاج ہیں

فرمایا: چھوٹوں سے بڑوں کی عزت ہے، اور بڑوں سے چھوٹوں کی ترقی وتربیت ہے۔ چھوٹے جتنے بڑوں کے محتاج ہیں اس سے زیادہ بڑے چھوٹوں کے محتاج ہیں، چھوٹوں کی وجہ سے بڑوں کو اللہ کی طرف سے بہت زیادہ (اجر) ملتا ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۸-۱۹)

فائدہ: چھوٹے اور بڑوں کی تشریح ماقبل میں گذر چکی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ چھوٹے اپنے بڑوں کے محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح و تربیت ونگہداشت کے بغیر چھوٹوں کی دینی ترقی ورہنمائی اور صحیح تربیت نہیں ہوسکتی، جب بڑے اپنے چھوٹوں کی نگرانی وتربیت کریں گے تو چھوٹوں کی تربیت کے ساتھ بڑوں کی عزت بھی ہوگی اس لیے چھوٹے اور بڑے دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں، بڑے اپنے چھوٹوں کی جو تربیت کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ان کو بہت اجر ملتا ہے اس اجر کے بھی بڑے محتاج ہیں، حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! اللہ تعالی تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت دے دے یہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے (جو عرب میں بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا) بھی بہتر ہے لیکن یہ سب اسی وقت ہے جب کہ بڑے اپنے چھوٹوں کی اصلاح وتربیت کی طرف توجہ کریں اور چھوٹے بھی اپنی اصلاح وتربیت کی ضرورت محسوس کریں اور اپنے بڑوں کی تربیت کو قبول بھی کریں تو جانبین کو فائدہ ہوگا۔ اور اگر چھوٹے اپنے بڑوں سے یعنی علماء ومشائخ سے مستغنی ہوجائیں اور ان کی تربیت کو قبول نہ کریں یا بڑے اپنی ذمہ داری کو چھوڑ دیں، تو پھر آپس میں اختلاف وشقاق ہوگا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

پھر اصلاح وتربیت کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے عقائد کی اصلاح، عبادات کی اصلاح، اعمال واخلاق کی اصلاح، ظاہر کے ساتھ باطن کی اصلاح، قرآن پاک پڑھنے میں اذانوں اور دعاؤں وغیرہ میں بکثرت غلطیاں ہوتی ہیں ان سب کی اصلاح، معاشرتی اور گھریلو مسائل میں اصلاح، بیع وشراء کے معاملات میں اصلاح وغیرہ وغیرہ......الغرض اصلاح کا دائرہ بہت وسیع ہے، سارے امور کی اصلاح میں عوام الناس اپنے بڑوں کے یعنی علماء ومشائخ کے قدم قدم پر محتاج ہیں اور علماء کرام کا ہر موقع پر عوام کی رہنمائی کرنا ان کا منصبی فریضہ ہے۔

باہم محبت پیدا ہونے کا نسخہ

آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کی ترغیب

فرمایا: ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۵۹)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مضمون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تَهَادَوا تَحَابُّوا (مؤطا مالک، باب ماجاء فی المهاجرة ص۳۶۵) یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا ہوگی، اور ایمان والوں میں باہم محبت ہونا یہ شرعاً مطلوب اور ایمانی اوصاف میں سے ہے، پھر عام ایمان والوں سے عمومی انداز میں اہل ایمان کی محبت کافی ہے، اور خاص تعلق والوں میں خصوصی محبت مطلوب ہوگی، جس درجہ کا تعلق اور تعلق کی جو نوعیت ہوگی اسی درجہ میں محبت مطلوب ہوگی۔ اور اسی درجہ میں محبت کے اسباب اختیار کرنا مثلاً ملاقات اور زیارت کرنا، ہدیہ دینا مطلوب ہوگا، اور جہاں محبت ممنوع اور مذموم ہوگی وہاں پر زیارت وملاقات اور ہدیہ کالین دین بلکہ سلام کی کثرت بھی ممنوع اور مذموم ہوگی، مثلاً اجنبیہ عورت سے پردہ لازم ہے، اور محبت ممنوع ہے، اس لیے ایسی عورتوں سے سلام اور ہدیہ کی کثرت بھی ممنوع ہوگی، رشتہ داروں مثلاً بھائی، بہن، ماں باپ وغیرہ ان سب سے محبت مطلوب ہے، حق قرابت کی وجہ سے شرعی حکم بھی ہے، اس لیے ایسے رشتہ داروں سے محبت اور اس کے اسباب اختیار کرنا یعنی ان سے ملاقات کرنا ہدیہ دینا بھی مطلوب ہوگا، اور مثلاً دینداروں سے ربط تعلق ومحبت مطلوب ہے، اس لیے دینداروں سے جن سے کوئی قرابت ورشتہ بھی نہیں ان کے ساتھ محبت کے اسباب اختیار کرنا، ان کی

دینداری کی بنا پر ان کو ہدیہ دینا ملاقات کرنا شرعاً محمود ومطلوب ہوگا، اسی طرح مثلاً علماء کرام، علماء ربانیین جو واقعۃً نبی کے سچے وارث اور جانشین ہیں جب نبی کی محبت مطلوب ہے تو نبی کے وارث اور جانشینوں کی محبت بھی مطلوب ہوگی، جس طرح نبی کے حقوق ہیں، حق محبت، حق عظمت، حق اطاعت، حق خدمت، اسی طرح نبی کے وارث اور جانشینوں یعنی علماء ومشائخ کے حقوق بھی امت پر واجب ہیں، حق محبت و عظمت حق خدمت وحق اطاعت، جب یہ شرعاً مطلوب ہے تو محبت پیدا کرنے کے اسباب اختیار کرنا یعنی علماء سے محبت کرنا ان سے ملاقات کرنا، ہدیہ دینا بھی شرعاً مطلوب ہوگا، افسوس کہ امت اس وقت اس سے غافل ہے۔

بعض لوگ توجہ بھی کرتے ہیں تو صرف اپنے ذوق کے مطابق یعنی ہم مشرب علماء جو عملی طور پر تبلیغ سے منسلک ہوں وقت لگائے ہوئے ہوں ان کے حقوق تو ادا کرتے ہیں جو ایسے نہیں ہیں اگر چہ دین کی بڑی خدمات میں مصروف ہوں ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، یہ بڑی غلطی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سب کے حقوق پہچاننے اور ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

غیبت سے پرہیز کیجئے، غیبت کرنے والا ذلیل وخوار ہو کر رہے گا

فرمایا: غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ارادہ کر لیتے ہیں کہ اس کو بغیر ذلیل کئے ہوئے نہیں رکھوں گا۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۴۲)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے خاص طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یہ وہ گناہ ہے جو حج و عمرہ اور دیگر عبادات ومجاہدات سے بھی معاف نہ ہوگا، جب تک کہ صاحب حق جس کی غیبت کی ہے اس سے معاملہ نہ صاف کر لے، اور اگر غیبت کے ذریعہ اس کو بدنام ورسوا کیا ہے اس کی تلافی نہ کر دے، اس وقت تک یہ گناہ معاف نہیں ہوسکتا، اصل

گناہ کا اثر اور عذاب تو آخرت میں ہوگا۔

حضرت فرما رہے ہیں کہ دنیا میں بھی غیبت کرنے والے کو یہ عذاب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے کو ذلیل کئے بغیر نہیں چھوڑتے، آج نہیں تو کل، بچے گا نہیں۔

پھر اگر یہ غیبت اللہ کے خاص اور نیک بندوں کی کی جائے، نائبین رسول علماء ومشائخ کی کی جائے، تو معاملہ اور سنگین ہو جاتا ہے اس کا وبال اور بھی سخت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مَنْ عَادیٰ لِيْ وَلِياً فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ.

(بخاری شریف، ص ۱۸۱۸، ج ۲، مطبوعہ پاکستان، کتاب الرقاق باب التواضع)

جو میرے کسی ولی کو تکلیف پہنچائے گا میری طرف سے اس کے لیے اعلانِ جنگ ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی کو ہلاک و برباد کرنا چاہتا ہے اپنے نیک بندوں کے پیچھے اس کو لگا دیتا ہے وہ ان کی مخالفت کرتا اور ان کو ستاتا ہے، اپنی ہلاکت کا خود سامان کر لیتا ہے حتی کہ اس کے سوء خاتمہ تک کا خطرہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، نہیں کہا جا سکتا کہ کون اللہ کا بندہ کس درجہ اللہ کے یہاں مقرّب اور محبوب ہے کسی کی پیشانی پر لکھا نہیں ہوتا ہے اس لیے بہت ڈرنا چاہئے۔

اپنے چھوٹوں اور بڑوں کے حقوق ادا کرنا تبلیغ سے مقدم ہے

فرمایا: ہر ایک چھوٹے یا بڑے کے حقوق ترحم وعظمت کی تقدیم تبلیغ سے مقدم ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۸)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اس فرمان کی تشریح یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ تو حقوق دین اور حقوق اللہ میں سے ہے، اور چھوٹے بڑے لوگوں کے حقوق کو پہچاننا اور ان کو ادا کرنا یہ حقوق العباد میں سے ہے، حقوق العباد حقوق اللہ سے

مقدم ہوتے ہیں اس لیے حقوق العباد کی ادائیگی تبلیغ پر مقدم ہیں، ترحم کا تعلق چھوٹوں سے ہے یعنی اپنے چھوٹوں پر رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنا، اور عظمت کا تعلق اپنے بڑوں سے ہے یعنی اپنے بڑوں کی تکریم وتعظیم کرنا۔

پھر چھوٹے اور بڑوں کی شریعت میں مختلف قسمیں اور درجے ہیں، رشتے میں چھوٹے بڑے، عمر میں چھوٹے بڑے، علم وعمل میں چھوٹے بڑے، مذکورہ حکم سب چھوٹوں بڑوں کے لیے ہے کہ سب کے حقوق ادا کرو۔

پھر حقوق کی بھی مختلف نوعیتیں اور قسمیں ہیں حق واجب، حق نفل چھوٹوں کے حقوق یعنی حق تربیت ادا کرنا یہ فرض ہے اور حق نفل یہ کہ مزید شفقت وہمدردی کا برتاؤ کرنا، اسی طرح بڑوں کا حق واجب یہ کہ مثلاً دینی کاموں میں حسب گنجائش ان کا تعاون کرنا اور ان کا ساتھ دینا، یہ حق واجب ہے اور اس سے زائد ان کو خوش رکھنا، ان کی خدمت کرنا، تکریم وتعظیم سے پیش آنا یہ حق نفل ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی یہ جامع نصیحت ان کے دعوتی اصولوں میں چوتھے نمبر سے تعلق رکھتی ہے۔

حقوق العباد ادا کرنے اور بیوی کے پاس وقت گذارنے میں بھی ثواب ملتا ہے

فرمایا: ثواب حکم پر ملتا ہے، عورت کے پاس جانے کا بھی حکم ہے، نماز پر جو (ثواب) دے گا وہی یہاں بھی دے گا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۲۴)

فائدہ: حضرتؒ نے اس ارشاد میں دین کی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اصل دین یہ ہے کہ آدمی ہر موقع پر حکم خداوندی کو پورا کرے جس وقت جس حال اور جس

مکان وزمان اور جس شخص کے لیے جو حکم ہو اس وقت کے حکم کو پورا کرنا ہی دین ہے، گو بظاہر دنیا معلوم ہو اور لوگوں سے تعلقات قائم ہوں لیکن شریعت کے مطابق ان کاموں کو انجام دینے میں بھی ثواب ملے گا، مثلاً نماز کے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس میں عبادت کا ثواب ملے گا، والدین کی خدمت کرنا، ان کی دلجوئی کے لیے ان کے پاس بیٹھنا، بیوی کے حقوق ادا کرنا، اس کے پاس وقت گذارنا، اس کی خوشی اور دلجوئی کا لحاظ کرنا، اولاد بیمار ہو اس کے علاج کی فکر کرنا، ادائیگی نفقہ کے لیے معاش کی صورت اختیار کرنا، کاروبار کرنا، وغیرہ وغیرہ یہ سب اپنے اپنے وقت کے شرعی اوامر ہیں۔ جس طرح عبادت کرنے اور نماز پڑھنے میں ثواب ملتا ہے اسی طرح اشخاص و افراد اور گھر والوں کے حقوق ادا کرنے اور وقت کے شرعی حکم پر عمل کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے، مختلف دینی کاموں، اور دعوت وتبلیغ تصنیف وتالیف، عبادت وریاضت میں اس طرح لگنا جس سے دوسرے شرعی احکام فوت ہونے لگیں، دوسروں کے حقوق ضائع ہونے لگیں اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگے، ناجائز اور حرام ہے، اور یہی چیز آدمی کے اندر رہبانیت پیدا کردیتی ہے، شریعت نے اس سے بچایا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے لوگوں کو اسی غلو سے بچانا چاہتے ہیں۔

جن کی خدمت وراحت تم پر فرض ہے ان کا انتظام کرکے، ان کو مطمئن کرنے کے بعد اس کام میں نکلو

فرمایا: جن لوگوں کے حقوقِ خدمت تم پر ہیں اور جن کی اطاعت کرنا تمہارے لیے ضروری ہے ان کی خدمت وراحت کا انتظام کرکے اور ان کو مطمئن کرکے اس کام میں نکلو اور اپنا رویہ ایسا رکھو کہ تمہارے علم وصلاح کے ذوق میں ترقی دیکھ کر تمہارے سرپرست اس مشغلہ میں تمہارے لگنے سے نہ صرف یہ کہ مطمئن ہوں

بلکہ خواہاں اور راغب ہوجائیں''۔(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۶۷-۷۲)

فائدہ: حضرت اقدسؒ اپنے تمام تبلیغی احباب کو خصوصاً تبلیغ میں وقت لگانے والوں اور اللہ کے راستہ میں نکلنے والوں کو نہایت اہم اور ضروری امر کی ہدایت فرمارہے ہیں کہ نکلنے سے پہلے تم اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں اور حقوق کو ادا کرتے ہوئے اللہ کے راستہ میں نکلو، اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کرکے اور حقوق ضائع کرکے ہرگز اللہ کے راستہ میں نہ نکلو۔

خبردار! یہ دھوکہ نہ ہو کہ یہ تو ایثار اور قربانی اور بڑا مجاہدہ ہے، یہ شیطانی دھوکہ ہے کہ ہر حال میں نکل پڑو خواہ والدین اور بیوی بیمار ہو، کوئی خدمت گزار اور تیماردار بھی موجود نہ ہو، بس ہر حال میں اللہ کے راستہ میں نکل پڑو، حضرتؒ نے اسی شیطانی حربہ اور دھوکہ سے جو جہالت کے نتیجہ میں ہوتا ہے تمام تبلیغی احباب کو متنبہ کیا ہے، آج کل اس میں بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں، وضاحت کے لیے میں اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) بہت سے تنخواہ دار ملازمین حضرات خواہ وہ سرکاری، ملازم ہوں یا غیر سرکاری خواہ کسی مدرسہ ومکتب ہی کے ملازم کیوں نہ ہوں ان کے ذمہ جو کام سپرد کیا گیا ہے اور جس کام کے وہ ملازم ہیں اس میں کوتاہی اور نقصان کرکے اگر وہ اس کام میں نکلیں گے تو گنہگار ہوں گے، ان پر واجب ہے کہ ان کے سپرد جو کام ہے اس کا انتظام کرکے قانونی اجازت کے بعد اس کام میں نکلیں۔

(۲) کسی شخص کے والدین ضعیف یا بیمار ہیں، کوئی دوسرا قابل اطمینان خدمت گار اور تیمارداری کرنے والا موجود نہیں، یا ہے لیکن والدین کو اس سے اطمینان وانشراح نہیں وہ آپ ہی کی خدمت کو اور قریب میں رہنے کو پسند کرتے ہیں، ایسی صورت میں آپ کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلنا اور وقت لگانا جائز نہیں، نکلیں گے تو گنہگار ہوں گے، اویس قرنیؒ کا قصہ معروف ومشہور ہے ان کی والدہ بیمار

تھیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا، اور حکم دیا کہ والدہ کی خدمت میں رہو، سخت طبعی تقاضے کے باوجود حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے، اور صحابیت کا شرف حاصل نہ ہوسکا، اگر حضور پاک کے حکم کے خلاف کرتے تو گنہگار ہوتے، اور بھی متعدد صحابہ کو آپ نے والدین کی خدمت کی وجہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔

(۳) بہت سے حضرات کے متعلق معلوم ہوا کہ گھر میں ان کی اہلیہ بیمار، بچے چھوٹے چھوٹے، کوئی دوا لانے والا اور خدمت کرنے والا نہیں، یا بیوی حالت حمل میں ہے، ولادت کا زمانہ قریب ہے، تکلیف شدید ہے، حالات ایسے ہیں کہ شوہر ہی اس کے دکھ درد کو ہلکا کرسکتا ہے، وہ ایسے وقت میں اپنے شوہر کی خدمت اور دلجوئی کی محتاج ہے، دوسرے ضروری انتظامات علاج ومعالجہ کے تعلق سے شوہر صاحب ہی کی ذمہ داری ہے، لیکن شوہر صاحب کو ان کے دینی اور تبلیغی بھائی اللہ کے راستہ میں نکلنے پر زور دیتے ہیں، اصرار کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ تم پالتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اللہ کی ذات پر تم کو بھروسہ نہیں؟ اگر تم آج مرجاؤ تو پھر کون سارے کام کرے گا؟ ایسی ایسی باتیں کہہ کر اس کو نکلنے کے لیے مجبور کرتے ہیں، بسا اوقات یہ شخص خود ہی کسی کی جوش والی تقریر سن کر بیوی بچوں کو چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے، کوئی حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ واسماعیل علیہم السلام کا قصہ سنا کر جوش دلاتا ہے، کوئی بیوی بچوں اور خاندان وکنبہ کی وجہ سے اللہ کے راستہ میں نہ نکلنے کی وجہ سے عذاب کی دھمکیوں والی آیت پڑھ کر سناتا ہے، نتیجہ یہ کہ بیچارے جاہل ایسی باتوں کو سن کر ہر حال میں بیوی بچوں کو تڑپتا بلکتا چھوڑ کر چل دیتے ہیں، بعض تو کہتے ہیں کہ اجتماع گاہ سے گھر واپس جانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اسی بات کی طرف تبلیغی احباب کو تنبیہ فرمارہے ہیں کہ خبر دار دھوکہ نہ ہو، حقوق کو ضائع کر کے مت جاؤ، اپنے متعلقین اور جن کی خدمت تم پر واجب ہے ان کا پورا انتظام کر کے جاؤ، آئندہ اگر تمہاری ہی ضرورت پیش آئے گی تو ہرگز تم مت جاؤ، بعض جگہ ولادت کے موقع پر بعض صاحبان اپنی بیوی کو اس کے میکے چھوڑ آئے، اور نکل گئے جماعت میں، اب بیوی اور اس کے والدین سب پریشان یہ دین نہیں بددینی ہے، جہالت ہے، شیطانی حربہ ہے، ظلم ہے، زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ فہم نصیب فرمائے۔

بہت سے حضرات کو دھوکہ ہوتا ہے حضرت ابراہیم و ہاجرہ کے قصہ سے کہ دین کے خاطر انھوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی بیوی ہاجرہ اور معصوم بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ دیا، اوران کے ضائع ہوجانے کی کچھ پرواہ نہیں کی، حالانکہ اس موقع پر کچھ کھانے پینے کا بھی سامان نہ تھا، اس قسم کے واقعات سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے، واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ صریح حکم تھا ان پر ایسا کرنا واجب ہے، اور ہم تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے پابند اور اسی کے مکلّف ہیں، ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو سامنے رکھ کر ان جیسا اگر ہم عمل کرنے لگیں گے تو ناجائز اور حرام کے مرتکب ہوں گے، ہلاکت ہوگئی، تو قتل کے گنہگار ہوں گے، اسی طرح خاندان آباء وابناء والی آیت جس میں اللہ کے راستہ میں نہ نکلنے پر عذاب کی دھمکی ہے اس کا تعلق بھی جہاد کی خاص نوع اور خاص حالات سے ہے، ان سب کی وجہ سے بیوی بچوں کی طرف سے بے فکر ہو کر جماعت یا خانقاہ میں جانا جائز نہیں، اسی اہم بات کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبلیغ والوں کو متوجہ فرمایا ہے کہ خبردار! تبلیغ میں نکلنے کے نام سے گنہگار مت ہونا، حدود وقیود کا لحاظ رکھنا۔ قرآن وحدیث کی یہی تعلیم ہے۔

اپنی اصلاح کی فکر کیجئے، دوسروں کے پیچھے نہ پڑیئے

فرمایا: تبلیغ میں نکلنے والوں کو دوسروں کی ہدایت سے نظر بالکل بند کر لینی چاہئے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص: ۳۰)

فائدہ: تبلیغ میں نکلنے والوں کو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے خصوصی ہدایت کی ہے کہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ رکھو اور اپنی ہی اصلاح کی غرض سے نکلو، دوسروں کی ہدایت اور ان کی اصلاح کی طرف سے نظر بند کرلو، ورنہ اپنی اصلاح سے کورے رہ جاؤ گے، بسا اوقات اس میں یہ خرابی بھی آ جاتی ہے کہ شیطان ایسے شخص کو تکبر میں مبتلا کر دیتا ہے اپنا تقدس و پاکبازی اور دوسرے کی حقارت دل میں آ جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی شیطان والے مرض میں یعنی تکبر میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے، حدیث پاک میں ایک ایسے ہی مبلغ وداعی کا تذکرہ ہے جو دوسرے کی ہدایت کے پیچھے پڑا رہتا تھا، بالآخر اس کو حقیر سمجھا اور یہ کہا کہ اللہ اس کی مغفرت نہ کرے یا اللہ مرنے کے بعد ہم دونوں کو ایک جگہ جمع نہ کریئے گا، اپنے کو جنت کا اور اس کو دوزخ کا مستحق سمجھا حدیث پاک میں مفصل قصہ مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دونوں کے انتقال کے بعد اللہ نے اس گنہگار کے لیے جنت کا فیصلہ کیا اور ان عابد ومبلغ صاحب کے لیے دوزخ میں جانے کا فیصلہ کیا۔

(ابوداؤد شریف کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی، بذل المجہود ص ۲۵۸، ج ۵)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تبلیغی احباب کو اسی خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں کہ خبردار ایسا نہ ہو کہ تم تبلیغ میں لگ کر بھی اپنی اصلاح کی طرف سے غافل ہو جاؤ اور دوسروں کی حتی کہ اہل علم کی حقارت تمہارے دل میں آ جائے۔

حضرتؒ اسی مضرت اور ہلاکت کے خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں، آپ کے فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کسی علاقہ میں لوگ واقعی مختلف قسم کی گمراہیوں میں

مبتلا ہوں، دین سے دور اور طرح طرح کی خرافات و بدعات اور منکرات میں مبتلا ہوں، ان کی اصلاح اور ان کی ہدایت ورہبری کی طرف قدم نہ اٹھایا جائے، اور ان کو راہ راست پر لانے کی نیت سے تبلیغ نہ کی جائے، ایسا کرنا تو ضروری ہے۔

اصلاً یہ بات حضرتؒ نے مبتدیوں کے لیے فرمائی ہے کہ تبلیغ میں نکل کر دوسروں کی نہیں پہلے اپنی فکر کرو، ورنہ اپنی اصلاح سے بھی رہ جاؤ گے، باقی جو لوگ برابر نکلتے رہتے ہیں، اور اپنی اصلاح کی طرف سے غافل نہیں ہیں، اور کسی علاقہ و خطہ میں لوگ گمراہیوں کا شکار ہیں، تو ان کے پاس ان کی ہدایت کی نیت سے جانے کی ممانعت نہیں بلکہ شرعی حکم ہے، آیت ''لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ'' (اعراف:۱۶۴، پ:۹) (آیت کا آخری ٹکڑا) اس کی واضح دلیل ہے۔ واللہ اعلم

اعلاء کلمۃ اللہ کا مطلب

فرمایا: اعلاء کلمۃ اللہ کے معنی ہیں کہ یہ سب سے اوپر ہو، اور سارے کام اس سے نیچے ہوں، یعنی کوئی کام تم کو بقدر تین دن کے نہ روک سکے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس ص:۴۹)

فائدہ: اعلاء کلمۃ اللہ، کے معنی ہیں اللہ کے کلمہ یعنی اللہ کے حکم اور اس کے قانون کو بلند کرنا، یعنی اللہ کا حکم اور اس کا قانون دنیا کے سارے قوانین اور انسان کی ساری خواہشوں پر بلند و بالا تر رہے، دیگر سارے قوانین، سارے کام، ساری خواہشیں اس کے ماتحت ہوں، جس وقت اعلاء کلمۃ اللہ کے خاطر جان و مال اور وقت کی قربانی دینے کا موقع آئے کوئی چیز تم کو اس سے نہ روک سکے، اللہ کے حکم کے تحت اپنی اصلاح کے لیے یا دوسروں کے دین کی حفاظت کے لیے اگر تین دن، دس دن، چالیس دن نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو کوئی طاقت ہم کو اس سے نہ روک سکے، یہی

معنی ہیں اعلاء کلمۃ اللہ کے۔

شرط اس میں بھی یہی ہے کہ پہلے اعلاء کلمۃ اللہ کے تقاضے ومطالبے یعنی اللہ کے حکم اور اس کے قانون کی اچھی طرح تحقیق کر لے کہ اس وقت کا اعلاء کلمۃ اللہ کیا ہے، تین دن نہ روک سکنا بطور مثال کے ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میدان میں اترنے، دریا میں کودنے گردن کٹانے کا اگر حکم ہو، تو اس وقت وہی اعلاء کلمۃ اللہ کا تقاضا ہوگا، اگر شریعت کا حکم تجارت کرنے، گھر رہ کر دین کی خدمت کرنے، والدین کی تیمارداری کرنے کا ہے تو اس وقت کا وہی اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا، کیونکہ اس کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ کا حکم ہماری ہر خواہش پر اور شریعت کا قانون دنیا کے تمام قوانین کے ہر قانون پر غالب رہے۔

کام میں جوش ہو، لیکن ہوش کے ساتھ

فرمایا: جوش ایسا کہ جان کی پرواہ نہ کی جائے، ہوش ایسا کہ چھوٹے بڑے کا لحاظ کیا جائے، جوش ہوش کے ساتھ ہو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۳۸)

فائدہ: انسانی فطرت اور طبیعت ایسی ہے نیز مشاہدہ اور تجربہ بھی یہی ہے کہ جب تک کسی کام کی دھن وفکر اور لگن نہ ہو، کام کا جوش نہ ہو تو وہ کام پورے طور پر ہوتا نہیں، اس میں استقامت نہیں ہوتی، استحکام نہیں ہوتا، جوش اور لگن سے کام ہوتا ہے تو کام تیزی سے آگے بڑھتا ہے، اور جب کام میں جوش ہوتا ہے تو بسا اوقات بے اعتدالی کا خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے تبلیغی کارکنوں کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ تمہارے کاموں میں جوش تو ہونا چاہئے لیکن ہوش کے ساتھ، ایسا جوش نہ ہو کہ شریعت نے جس اعتدال وتوسط کی تعلیم دی ہے، چھوٹے بڑے کا فرق اور اس کے حقوق متعین

کئے ہیں، جوش میں آ کر ہوش بھی کھو بیٹھو، اور حد اعتدال سے نکل جاؤ، ایسا کرو گے تو یہ گمراہی کا راستہ ہو جائے گا، شیطان بہکانے میں تم کو کامیاب ہو جائے گا۔

جوش کے ساتھ ہوش ضروری ہے جب ہوش ہوگا تو شرعی حدود و قیود کا لحاظ بھی ہوگا، چھوٹے بڑے کا فرق بھی ملحوظ رہے گا، مثلاً خروج فی سبیل اللہ یعنی اس کام میں نکلنے کا کسی کی تقریر سن کر آپ کے اندر جوش پیدا ہوا، اور آپ نے اک دم نکلنے کا ارادہ کر لیا، اور گھر والوں اور متعلقین کے حالات سے بالکل آنکھیں بند کر لیں تو یہ ہوش کھو بیٹھنا ہے اس موقع پر جوش کے ساتھ آپ کو ہوش بھی رکھنا چاہیئے مثلاً یہ کہ آپ کے گھر کے حالات کیسے ہیں؟ آپ کے والدین معذور، بوڑھے خدمت کے محتاج ہیں، بیوی سخت بیمار ہے، ولادت کا زمانہ قریب ہے، ان سب باتوں پر بھی آپ کی نظر ہونی چاہیئے۔

اب اگر آپ جوش میں آ کر گھر والوں کے حالات سے صرف نظر کرتے ہوئے جماعت میں نکل جائیں تو یہ آپ کے لیے جائز نہ ہوگا، یہی مطلب ہے مولانا کے اس فرمان کا کہ جوش کے ساتھ ہوش بھی برقرار رکھو، جوش میں آ جانے کے بعد اہل علم سے پوچھو اور شریعت کا حکم معلوم کر کے اس کے مطابق ہی عمل کرو، یہ مطلب ہے ہوش کے مطابق کام کرنے کا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بعض لوگوں کو مکہ مدینہ اور سفر حج کے احوال سن کر ایسا جوش سوار ہوا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سفر حج کے لیے چل دیئے، حالانکہ حج کرنے کی ان کے اندر استطاعت نہیں، بیوی بچوں کا ساتھ ہے ان کے حقوق کی ادائیگی ان کے سر پر ہے، یا مثلاً بعض لوگ کسی مقرر کی تقریر سن کر کسی مدرسہ و مسجد میں صدقہ جاریہ کے لیے ہزاروں روپیہ چندہ دینے لگیں حالانکہ ان کے حالات ایسے نہیں ہیں، بیوی بچوں کے علاج کے پیسے بھی پورے نہیں لیکن تقریر سن کر جوش میں آ کر ہزاروں روپئے چندہ میں دینے لگیں تو یہ چندہ دینا اور سفر حج میں جانا ممنوع اور ناجائز ہوگا، ایسے موقع پر بھی جوش کے ساتھ ہوش سے کام لینا اور شرعی حکم معلوم کر کے عمل کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح بعض لوگ جوش میں آ کر چھوٹے بڑے اور عالم غیر عالم کی تمیز نہیں رکھتے اور ہر ایک کو نکلنے پر اصرار ومجبور کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کس بڑے سے مخاطب ہورہے ہیں، اور وہ کس بڑے دینی کام میں ہمہ تن مصروف ہیں، جس کو دوسرے لوگ نہیں انجام دے سکتے، ان کے سامنے بس ایک پہلو ہے خروج، خروج، جوش میں آ کر ہوش کھو بیٹھتے ہیں اور چھوٹے بڑے کے حقوق وآداب کا بھی کچھ لحاظ نہیں رکھتے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس سے منع فرمارہے ہیں۔

یہ ہے کامیابی کا راستہ

فرمایا: شریعت نے جس وقت جو بتلا دیا ہے وہ کرنا، تیمّم کے وقت وضو کرنے والا نافرمان (ہوگا)۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۳۶)

فائدہ: یہ ہے دینداری کا معیار اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ کہ جس وقت میں شریعت کا جو حکم ہو اس وقت وہی عمل کرنا، بس یہ ہے کامل دینداری، بیماری کے وقت میں جب کہ پانی کے استعمال کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو شریعت میں تیمّم کا حکم ہے، خواہ غسل کا تیمّم ہو یا وضو کا، اب اگر کوئی شخص بیماری اور معذوری کے باوجود اللہ پر توکل کرے اور بجائے تیمّم کے وضو یا غسل کرے یعنی مسئلہ کے خلاف عمل کرے اس کے متعلق حضرتؒ فرمارہے ہیں کہ یہ شخص نافرمان اور گنہگار ہوگا۔

حضرتؒ کے اس فرمان سے مسائل اور احکام کا علم حاصل کرنے کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آدمی کتنے ہی خلوص وللّٰہیت سے کوئی کام کرے لیکن مسئلہ اور شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا، اب رہی یہ بات کہ کس موقع پر کیا کرنا ہے، اس کو اہل علم اور ارباب افتاء یعنی علماء ومفتیوں سے معلوم کرنا ضروری ہوگا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ محض جذبہ وشوق نہیں، محض خلوص وللّٰہیت ہی نہیں محض طبیعت کا جوش اور توکل کا غلبہ نہیں بلکہ اصل

چیز شریعت کا حکم ہے، شریعت کے خلاف عمل کرنے سے خواہ کتنے ہی اچھے جذبہ و خلوص سے وہ عمل ہو لیکن عنداللہ مقبول نہیں ہوسکتا، آج ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی اس اہم نصیحت پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں بہت سی خرابیاں سامنے آرہی ہیں مثلاً ایک شخص کے والدین بوڑھے، معذور، بیمار، خدمت کے محتاج ہیں، دوسرا کوئی تیمارداری کرنے والا بھی نہیں تو اب شریعت کا حکم یہی ہے کہ اس موقع پر والدین کی، بیوی کی، رشتہ داروں کی خدمت کرو، ان کے حقوق ادا کرو، اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ قربانی دو، دین کے تقاضے پر عمل کرو، ماں باپ بیوی کو اسی حال میں چھوڑ کر اجتماع میں چلو، اللہ کے راستہ میں نکل پڑو، تو یہ بالکل مسئلہ کے خلاف ہوگا، اس میں ثواب نہیں گناہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جہاد میں شرکت سے منع فرمادیا، یہ کہہ کر کہ تمہاری بیوی بیمار ہے تم گھر رہ کر ان کی تیمارداری کرو،----اس حقیقت کے پیش نظر نہ رہنے کی وجہ سے اور شریعت کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے راستہ میں نکلے ہیں، دینی خدمت کررہے ہیں، یہ شیطانی دھوکہ ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اسی دھوکہ سے اپنے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں۔

ہر کام اپنے محل وموقع پر خاص اہمیت وافادیت رکھتا ہے

فرمایا: نماز میں قرآن شریف کی ایک چھوٹی سی سورہ فاتحہ کا جتنا ثواب ہے نماز کے باہر تمام قرآن شریف ختم کرنے کا اتنا ثواب نہیں، پھر جو جماعت لوگوں میں نماز کی تلقین کرے اس کے اجر کا اندازہ کون کیا لگا سکتا ہے۔

ہر کام اپنے محل اور موقع پر اپنی خاصیت رکھتا ہے، اس طرح جہاد (دین کے پھیلانے کی کوشش) کے دوران میں ذکر کا ثواب گھر میں بیٹھ کر یا خانقاہ میں ذکر کرنے سے کہیں زیادہ ہے، پس دوستو! ذکر کی کثرت کرو۔ (مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص:۱۶۸)

فائدہ: شریعت کا یہ ضابطہ ہمیشہ یادرکھنے کے قابل ہے جس کی طرف حضرت مولانا نے توجہ دلائی ہے کہ ہر کام کی فضیلت واہمیت اسی وقت ہے جب کہ وہ کام اپنے محل وموقع پر ہو، جس موقع پر جہاد وقتال کا شرعی حکم ہو، اس وقت تسبیح لے کر خانقاہ کا گوشہ سنبھالنا یا فضائل ومسائل کی تعلیم میں مشغول ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ اس وقت کا حکم یہ ہے کہ جہاد وقتال میں مشغول ہو، اسی طرح مثلاً جس موقع پر اللہ کے راستہ میں نکلنا مطلوب ہو اس موقع پر گھر میں بیٹھ کر ذکر کرنا وہ فضیلت نہیں رکھتا جو اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ہے، اسی طرح مثلاً جس موقع پر شریعت کا حکم ہے کہ گھر رہ کر والدین اور بیوی بچے جو بیمار ہیں ان کی خدمت وتیمارداری کر واس موقع پر ان کو چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں اور تبلیغ میں نکلنا کوئی اہمیت وفضیلت نہیں رکھتا، بلکہ اس موقع پر گھر رہ کر والدین اور بیوی بچوں کی خدمت وتیمارداری ذکر وتبلیغ سے بڑھ کر ہے، اور گھر رہ کر ذکر میں جو اجر وثواب ہوگا وہ اللہ کے راستہ میں نکل کر نہیں ہوگا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کی بیماری اور تیمارداری کی ضرورت کی وجہ سے جہاد میں شریک ہونے سے روک دیا، حضرت اویس قرنیؒ کو ان کی والدہ کی وجہ سے اپنی زیارت اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی، اب رہی یہ بات کہ کس موقع پر شریعت کا کیا حکم ہے خروج کا یا قرار کا، یہ قرآن وحدیث سے علماء ومشائخ کے واسطہ سے معلوم ہوگا۔

دینی خدمت اور تبلیغ میں مجاہدہ نہ کرنا بھی گناہ ہے اور ایسا مجاہدہ کرنا بھی گناہ ہے جس سے دوسروں کے حقوق پامال ہوں

فرمایا: چلو (یعنی کام کرو لیکن) طاقت سے زیادہ (مجاہدہ) کرنا گناہ، اور کم کرنا (یعنی جتنی طاقت ہے اس کے موافق بھی نہ کرنا) یہ بھی گناہ موجودہ طاقت کے موافق چلتے رہو۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۹۱)

فائدہ: یہ بھی ایک حدیث پاک کا مفہوم اور اس کا خلاصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''**اِنَّ لِاَھلِکَ عَلَیکَ حَقًا، اِنَّ لِضَیفِکَ عَلَیکَ حقّاً، اِنَّ لِنَفسِکَ عَلَیکَ حَقًّا، الحدیث** ''(ابوداؤد، جمع الفوائد اللہ ۹۵، حدیث: ۱۴۲) یعنی تمہاری بیوی بچوں کا بھی تم پر حق ہے، خود تمہاری جان اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، ایک روایت میں ہے جو تمہاری زیارت کے لیے آیا اور تمہارا مہمان ہے اس کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا دعوت وتبلیغ اور دین کی محنت میں ایسا منہمک ہونا کہ بیوی بچوں کے واجب حقوق میں کوتاہی ہونے لگے، یا خود اپنی جان کے اور دوسروں کے حقوق میں کوتاہی کرنے لگے، مثلاً اپنے اوپر ایسی مشقت ڈالنا جس کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو، یا جس کے نتیجہ میں بالکل لاغر، تنگدست اور دوسروں پر بوجھ بننے لگے، دین کی ایسی محنت اور ایسا مجاہدہ گناہ ہے معصیت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جن کو وسائل اور گنجائش دے رکھی ہے اس کے بعد بھی وہ دینی کام میں حصہ نہ لیں اور مجاہدہ نہ کریں، یہ بھی گناہ کی اور بڑی محرومی کی بات ہے۔

فرائض اور سنتوں کو زندہ کرنے کی اہمیت اور ان کا ثواب

فرمایا: ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کا ہے، جب ایک سنت کو زندہ کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو پھر فرض کو زندہ کرنے کا ثواب کتنا ہوگا، اور پھر فرائض میں سب سے بڑے فرض کو زندہ کرنے کا ثواب کتنا ہوگا، اس کا ثواب کروڑوں فرضوں کے برابر ہے۔

فرمایا: اہم فرائض میں کوشش کرنے والے اور نوافل میں کوشش کرنے والے برابر نہیں ہوتے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس ص: ۲۱، ۲۲، ۳۱)

فائدہ: یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو

شہیدوں کا ثواب ملے گا، اس سے مراد وہ سنت ہے جو سنت عبادت ہو، دین میں مقصود ہو، اور مردہ ہو چکی ہو، سنت عادت یہاں پر مراد نہیں ہے، بلکہ سنت عبادت کی طرح سنت عادت کی اصرار سے نہ تو تبلیغ کی جائے گی نہ ہی اس کے تارک پر ملامت اور نکیر کی جائے گی، ہاں سنت مقصودہ کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ زندہ کرنے سے مراد ہے خود عمل کرنا اور عمومی طور پر اس کو رواج دینا، ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے وہ سنت امت میں رائج اور عام ہو جائے لوگوں کی زندگیوں میں آ جائے۔

حضرتؒ فرما رہے ہیں جب ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے کا یہ ثواب ہے تو فرض کو زندہ کرنے کا کتنا ثواب ہوگا، اس کا اندازہ خود ہی لگا لو، مثلاً شرعی طور پر میراث تقسیم کرنا فرض ہے، اپنے معاملات کو شرعی طور پر انجام دینا، بیع وشراء شرعی طریقہ پر کرنا، باہمی مقدمات اور نزاعات کو شرع کے مطابق حل کرنا یہ سب ایسے فرائض ہیں جو مردہ (یعنی متروک) ہو چکے ہیں، ان کو زندہ کرنے کا کس قدر ثواب عظیم ہوگا اور ان کا زندہ کرنا علماء ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نوع کے فرائض کو زندہ کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے، علم وعلماء کے بغیر یہ کام انجام نہیں دیئے جا سکتے۔

نئے لوگوں کے ساتھ کام کرنے کی ترتیب اور ضرورت کے موقع پر تقریر کی ضرورت

فرمایا: کام کی ترتیب! سب سے پہلے نئے مجمع میں تقریر کرا دے اس کی کمی کو اس سے پہلے آنے والا پوری کرے، خود پوری تقریر نہ کرے ورنہ تھک جائے گا، اور یہ کام متعدی نہ ہوگا، اور فروغ نہ پاوے گا۔

جلسوں میں ایک فرد یا دو فرد تقریر کے ذریعہ رجوع کریں، جذبات بلند کریں۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ص:۸۷)

فائدہ : حضرتؒ نے اپنے اس ارشاد میں کام کرنے کی ترتیب بتلائی ہے کہ تبلیغ میں جڑے ہوئے حضرات کام کس طرح کریں، اس میں کچھ تو نئے لوگ جڑے ہوں گے اور کچھ پرانے تجربہ کار ہوں گے، حضرت نے ترتیب یہ بتلائی ہے کہ پہلے نئے جڑے ہوئے لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع دو، خود امیر و ذمہ دار ہی تقریر نہ کرے بلکہ نئے لوگوں سے کچھ کہلوائے، جو کچھ کمی رہ جائے اس کو یہ پورا کردے، یا اگر کوئی غلط بات کہہ دی ہے تو اس کی اصلاح کردے، اگر تنہائی میں اصلاح کرنے والی غلطی ہو تو تنہائی میں اصلاح کرے اور اگر کسی غلط بات کے سامنے آجانے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو سب کے سامنے اصلاح کردے، تاکہ لوگوں تک غلط بات نہ پہنچے، خلاصہ یہ کہ ذمہ دار، امیر اور بڑے کو چاہئے کہ چھوٹوں اور نئے لوگوں کو آگے بڑھائے اور ان کو کہنے کا موقع دے، اور ان کی غلطی کی اصلاح بھی کرے۔

اخیر میں حضرتؒ نے تقریر کی ضرورت کو بھی بیان فرمایا کہ جو اس کے اہل ہوں یعنی جن کے اندر علم ہو اور کہنے کا سلیقہ ہو ضرورت کے موقع پر جلسوں وغیرہ میں وہ تقریر بھی کریں، اور تقریر کے ذریعہ لوگوں کو راغب کریں، لوگوں کے دینی جذبات کو بلند کریں۔

سارا کام اہل تبلیغ کے بس کا نہیں
کام کی تکمیل مقامی علماء سے مل کر کام کرنے سے ہوگی
عوام کو مقامی علماء ہی سے استفادہ کرنے میں زیادہ فائدہ ہے

فرمایا: یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کرسکتے، ان سے تو بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جد و جہد سے ایک حرکت و بیداری پیدا

کردیں اور غافلوں کو متوجہ کرکے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (یعنی علماء وصلحاء کو) بیچارے عوام کی اصلاح پر لگادینے کی کوشش کریں، ہرجگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کرسکیں گے۔

اورعوام کو زیادہ فائدہ اپنی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جوایک عرصہ سے افادہ واستفادہ اور تعلیم وتعلم کے اس طریقہ پر عامل ہیں، اوراس پر بڑی حدتک قابو پاچکے ہیں۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص۳۲، ملفوظ ۲۴)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس ارشاد میں نہایت اہم بات کی طرف اصحاب دعوت وتبلیغ کو توجہ دلائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اصل چیز شریعت اور پورے دین پر عمل کرنا ہے، اور دین کے مختلف شعبے ہیں، جو زندگی کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان سب پر عمل کرنے اور کرانے کے لیے علم کی ضرورت ہے، علماء سے ربط رکھے بغیر اور علماء کی نگرانی ورہبری میں کام کئے بغیر اس مقصود کو حاصل کرنا اور قابو پالینا مشکل ہے، تبلیغی حضرات تو لوگوں کو صرف آمادہ کرسکتے ہیں رغبت دلاسکتے ہیں، پیاس پیدا کرسکتے ہیں، باقی آگے پیاس بجھانا یہ علماء ہی کے ذریعہ ہوگا جیسے اسکولوں کالجوں میں داخلہ کے لیے گھر گھر جا کر بچوں کے داخلہ کی ترغیب دی جاتی ہے، باقی اصل تعلیم وتربیت کا کام اسکولوں میں پڑھانے والے حضرات کرتے ہیں، تشکیل کرنے والے صرف لوگوں کی ذہن سازی کرتے ہیں ان کے اندر پڑھانے کی لیاقت وصلاحیت نہیں اور پڑھانے والے حضرات اسکولوں کالجوں میں اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں، اسی طرح یہاں بھی عوام وعلماء کو سمجھنا چاہئے۔

دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے
حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی
ضروری تنبیہات واصلاحات

باب ۴

محض باتوں سے خوش نہ ہوئیے کام کیجئے

فرمایا: باتوں سے خوش ہولینا ہماری عادت ہوگئی ہے، اور اچھے کام کی باتیں کر لینے کو ہم اصل کام کے قائم مقام سمجھ لیتے ہیں، اس عادت کو چھوڑو کام کرو کام ؎

کارکن کاربگذر از گفتار
کند ریں رہ کاردار کار

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۷ ملفوظ: ۳۲)

شیطان کا بہت بڑا دھوکہ جس میں بہت لوگ مبتلا ہوجاتے ہیں

فرمایا: شیطان کا یہ بہت بڑا دھوکا اور فریب ہے کہ وہ مستقبل میں بڑے کام کی امید بندھا کر اس چھوٹے خیر کے کام سے روک دیتا ہے جو فی الحال ممکن ہوتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بندہ اس وقت جو خیر کرسکتا ہے کسی حیلہ سے اس کو اس سے ہٹادے، اور اس داؤ میں وہ اکثر کامیاب ہوجاتا ہے، پھر مستقبل میں آدمی جس بڑے کام کی امید باندھتا ہے بسا اوقات اس کا وقت ہی نہیں آتا، بڑے کاموں کی امیدیں اکثر ضائع ہی ہوتی ہیں اور اس کے برخلاف جو خیر فی الحال ممکن ہو، اگرچہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہی ہو، اس میں لگنا اکثر بڑے کام تک پہنچنے کا سبب اور ذریعہ بن جاتا ہے، اس لئے عقلمندی یہ ہے کہ جو خیر جس وقت جتنا میسر ہوسکے اس پر تو اسی وقت عمل کرلیا جائے اور فرصت سے فوری فائدہ اٹھالیا جائے، ان صاحب کو چاہئے کہ وہ پھر پر نہ رکھیں، اِس وقت جتنا ممکن ہو وقت دے دیں، اور میری بیماری کا بالکل خیال

نہ کریں، کسی کو کیا خبر، اس بیماری میں صحت سے بدرجہا زیادہ کام ہورہا ہے، یہاں آنے کا یہی خاص وقت ہے۔

اللہ کا کرنا ایسا ہی ہوا کہ وہ بزرگ اس وقت قیام نہ فرما سکے، اور مستقبل کے متعلق انھوں نے جو ارادہ کیا تھا وہ بھی پورا نہ ہوا، اور چند ہی روز بعد حضرت مولانا کا وصال ہوگیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۷ ملفوظ:۲۱۴)

کام کرنے والوں کو شیطان کیسے بہکاتا ہے؟

فرمایا: جب کوئی اللہ کا بندہ کسی امر خیر کی طرف قدم بڑھانا چاہتا ہے تو شیطان طرح طرح اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹیں ڈالتا ہے، لیکن اگر اس کی یہ مزاحمتیں اور رکاوٹیں ناکام رہتی ہیں اور وہ بندۂ خدا ان سب کو عبور کر کے اس کار خیر کو شروع کر ہی دیتا ہے تو پھر شیطان کی دوسری کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے اخلاص اور اس کی نیت میں خرابی ڈال کے یا دوسرے طریقوں سے اس کار خیر میں خود حصہ دار بننا چاہتا ہے، یعنی کبھی اس میں ریاء وسمعہ (دکھاوے اور شہرت کی خواہش) کو شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی دوسرے اغراض کی آمیزش اور ملاوٹ سے اس کی للّٰہیت کو برباد کرنا چاہتا ہے اور اس میں وہ بسا اوقات کامیاب ہوجاتا ہے، اس لئے دینی کام کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس خطرہ سے ہر وقت چوکنّے رہیں اور اس قسم کے شیطانی وساوس سے ہر وقت اپنے دل کی حفاظت کرتے رہیں، اور اپنی نیتوں کا برابر جائزہ لیتے رہیں کیونکہ جس کام میں رضاء الٰہی کے علاوہ کوئی دوسری غرض کسی وقت بھی شامل ہوجائے گی پھر وہ اللہ کے یہاں قبول نہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۸ ملفوظ:۶)

کام کرنے والوں کے لئے دو خطرے

فرمایا کہ مجھے دو خطرے ہیں ایک یہ کہ اسباب ہوتے ہوئے اسباب پر نظر نہ ہو مشکل ہے، مجھے اپنے اوپر بھی خطرہ ہے، اسباب پر نظر ہو جانے سے اللہ کی نصرت ختم ہو جاتی ہے، استدلال میں: **لقد نصر کم اللّٰہ** کو پیش کیا۔

اسباب نِعَم ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں) اسباب کا تلبّس (وتعلق یعنی ان کو اختیار کرنا) استعمال نعمت کے درجہ میں ہو، نہ کہ ان پر نظر جم کر خالق کے بجائے ان سے جی لگ جائے۔

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ہم کام نہ کر رہے ہوں اور سمجھیں کہ کر رہے ہیں، کام کے اثرات کو کام سمجھیں (یہ بڑی غلطی ہے) کام تو چھ نمبروں کی پابندی ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹)

ذکر کی کمی اور زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی نہ ہونا بڑی فکر کی بات ہے

فرمایا: دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے ان کا اہتمام کیا جائے ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی پا رہا ہوں ان کو ذکر بتلایا جائے، دوسرے اہل اموال کو مصرف زکوٰۃ سمجھایا جائے، ان کی زکوٰتیں اکثر برباد جا رہی ہیں، مصرف میں خرچ نہیں ہوتیں، میں نے ایسے چالیس آدمیوں کو نام لکھوائے ہیں جو طامع اور حریص نہیں، اگر ان کو زکوٰۃ دی جائے تو ان میں حرص وطمع پیدا نہ ہوگی اور وہ توکلاً علی اللہ تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کی امداد بہت ضروری ہے، یہ جو پیشہ ور سائلوں کو اور عام چندہ مانگنے والوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں بسا اوقات اس سے ان کی زکوٰتیں مصرف پر نہیں ہوا کرتیں۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۲ ملفوظ: ۶۲)

علم وذکر کا خصوصی اہتمام کیجئے ورنہ گمراہی اور فتنہ کا بڑا خطرہ ہے

ایک دن بعد نماز فجر جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ باآواز بلند نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بے کار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا (گویا یہ علم وذکر دو بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جاسکتی) بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے، دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام وایمان محض رسمی اور اسمی ہیں، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے، الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلۂ کار بنالیتا ہے، لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے، ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی، اور خدانکردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(حضرت مولانا کا مطلب اس ہدایت سے یہ تھا کہ اس راہ میں کام کرنے والے تبلیغ ودعوت کے سلسلہ کی محنت ومشقت، سفر وہجرت اور ایثار وقربانی ہی کو اصل کام نہ سمجھیں، جیسا کہ آج کل کی عام ہوا ہے، بلکہ دین کے تعلیم وتعلم اور ذکر اللہ کی

عادت ڈالنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کو اپنا فریضہ سمجھیں، بہ الفاظ دیگر ان کو صرف ''سپاہی'' اور ''والنٹیر'' بننا نہیں چاہئے، بلکہ طالب علم دین اور اللہ کا یاد کرنے والا بندہ بھی بننا ہے)۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۰ ملفوظ: ۳۵)

نفس کی پیروی میں دنیا کو جنت بنانے کی کوشش کروگے تو حق تعالیٰ کی نصرت سے محروم کردیئے جاؤگے

فرمایا: حدیث میں ہے: الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیامیں نفس کی حمایت اور نفسانی خواہشات کے مطابق چلنے کے لئے نہیں بھیجے گئے جس سے یہ دنیا آدمی کے لئے جنت بن جاتی ہے، بلکہ ہم نفس کی مخالفت اور احکامِ الٰہی کی اطاعت کے لئے بھیجے گئے ہیں، جس سے یہ دنیا مومن کے لئے سجن (جیل خانہ) بن جاتی ہے، پس اگر ہم بھی کفار کی طرح نفس کی حمایت وموافقت کرکے دنیا کو اپنے لئے جنت بنائیں گے تو ہم جنت کفار کے غاصب ہوں گے اور اس صورت میں نصرت حق غاصب کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ مغصوب منہ کے ساتھ ہوگی، فرمایا اس میں اچھی طرح غور کرو۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۴۳ ملفوظ: ۳۷)

آرام طلبی کے عادی مت بنو، جانفشانی، جانبازی کا جذبہ رکھو

فرمایا: جن مقامات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوں کی بازی لگاکے، بلکہ اس جانبازی کے شوق وعشق سے حاصل کرنا بتلایا تھا اور صحابہ کرام نے دین کی راہ میں اپنے کو مٹاکے جو کچھ حاصل کیا تھا تم لوگ اس کو آرام سے لیٹے لیٹے کتابوں سے حاصل کرلینا چاہتے ہو۔

فرمایا: جو انعامات اور ثمرات خون سے وابستہ تھے ان کے لئے کم از کم پسینہ گرانا تو چاہئے۔

فرمایا: وہاں حال یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ بھی دین کی راہ میں اپنے آپ کو فنا کردینے کے باوجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی اور یقینی بشارتوں کے باوجود اس دنیا سے روتے ہوئے گئے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵۰ ملفوظ:۱۷۵تا۱۷۷)

الحمدللہ امت کے مختلف طبقات اس کام سے جڑتے چلے جارہے ہیں، خطرہ ہے کہ کام کی ناقدری کہیں موجبِ حرمان نہ ہو

فرمایا: علماء کی جماعت نہایت تدریج اور خوشگواری کے ساتھ استقبال کرتی چلی آرہی ہے، تجارت اور ملازمت پیشوں میں ایسی مقبول ہوکر ان کو راہ ہدایت پر لاتی چلی آرہی ہے، انگریزی اثرات سے دہریت میں غرقابوں کو صاف صاف رشد وہدایت پر کھینچتی چلی آرہی ہے، بدعات وغیرہ اہواء (خواہشات) میں گرفتار اور پھنسے ہوؤں کو تدریجاً نہایت رفق کے ساتھ راہ سنت پر کھینچتی چلی آرہی ہے، باوجود ان سب ترقیات کے اس کی ناقدری کا جتنا شکوہ کیا جاوے وہ کچھ کم نہیں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۶ مکتوب:۵)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میں آپ سے کن الفاظ سے ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست! بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل وکرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام وتشریف اس کے مناسب نہ ہوکر (یعنی اس کام کی ناقدری کا نتیجہ) موجبِ حرمان وخسران وبدنصیبی نہ ہو"۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص ۱۲۷)

محض تقریر کافی نہیں عملی نمونہ کی ضرورت ہے

فرمایا جب تک عوام کے سامنے عملی نمونہ نہ ہو، محض منبروں کی تقریر عمل پر پڑنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی، اگر تقریر کے بعد عمل پر پڑنے کی تجویز وتشکیل نہ ہوتو عوام کے اندر ڈھٹائی اور بے ادبی کے لفظ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص ۱۲۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا (محمد الیاس صاحبؒ) کے نزدیک اس کی تدبیر یہ تھی کہ مشغول اور کاروباری مسلمانوں کو اور عام اہل شہر کو دین کا ضروری علم حاصل کرنے کے لئے اپنے اوقات کا کچھ حصہ فارغ کرنے کی دعوت دی جائے، اور دین کے لئے مال کی طرح وقت کی زکوٰۃ نکالنے پر آمادہ کیا جائے، ان کو اس ماحول سے نکلنے کی دعوت دی جائے جس کے متعلق ان کا عمر بھر کا تجربہ ہے کہ وہ اس میں رہتے ہوئے اپنی زندگی میں کوئی محسوس تبدیلی پیدا نہ کرسکے۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص ۱۱۸)

صرف تحریر وتقریر کافی نہیں عمل میں لگنا اور لگانا ضروری ہے

فرمایا: میں تحریر کر چکا ہوں کہ تحریرات عمل کا وسیلہ ہیں اور میری تحریرات ہی کیا، تحریرات اگر کافی ہوتیں تو حضرت سید صاحب اور حضرت مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات کم نہیں، اوران سے اوپر قرآن وحدیث بھی اس زمانہ میں بغیر عمل کے ناکافی ہورہے ہیں تو اس وقت عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تا کہ سابقہ تحریرات بھی کارآمد ہوں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۳)

گفتگو اور تحریر صرف بقدر ضرورت اعانت کے درجہ میں ہو

فرمایا: میں بہت ہی دل وایمان سے متمنی ہوں کہ بہت ہی اہتمام کے ساتھ ہمت کو لگا کر یہ دعا کریں کہ:

میری یہ تحریک سراسر عمل ہو، اقوال کی کثرت اس کے عمل کو مکدر نہ کرے، بلکہ قول اور تقریر قدر ضرورت اعانت کے درجہ میں رہے، وما ذلک علی اللہ بعزیز

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص ۲۲۶)

سودی لین دین کرنے والوں کیلئے اللہ کی طرف سے اعلان جنگ توبہ کیجئے اور عہد کیجئے کہ آئندہ کبھی سودی معاملہ نہ کریں گے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

فرمایا: میرے محترم عزیز! سود کا گناہ ایسا معمولی گناہ نہیں کہ اتنے بڑے گناہ کرنے کے بعد آدمی یوں سوچے کہ گناہ ہوگیا ہوگا، اللہ نے اس کو اپنے ساتھ اعلان جنگ قرار دیا ہے، سود والے کو کھوتے رہنے اور برباد کرنے کا (اللہ نے) عہد

کرلیا، یہ اللہ جل شانہ کی دستگیری اور لطف بینی ہے کہ توبہ کی توفیق دی اور آئندہ کو بچے رہنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

تم خود اپنے آپ کو اور اپنے سب لواحق (متعلقین) کو تبلیغ میں سرگرم رہنے اور رکھنے میں اس گناہ عظیم کے کفارہ اور توبہ کی نیت کرتے رہو، مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ کا لطف دستگیری فرماوے اور کسی وقت ادا ہو جائے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۰)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

آپ نے سودی معاملہ کو کیا ہے اللہ کی وعیدوں پر نظر کرتے ہوئے نہ کہ موجودہ مصائب پر نظر کرتے ہوئے، پہلے ندامت کریں اور دل میں پختہ عہد کریں کہ آئندہ پھر سودی معاملہ نہ کریں پھر اس کے بعد توبہ واستغفار کریں، سودی معاملہ کرنا خدا کی خدائی کے خلاف اقدام پر جرأت کرنا ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۳)

غیر قوموں کی تقلید، ان کا لباس ان کی معاشرت بالکل چھوڑ دیجئے!

فرمایا: جو لوگ زندگی کے انفرادی معاملات یا اجتماعی امور میں یورپ کی مسیحی اقوام کے طور طریقوں کی تقلید کر رہے ہیں اور اسی کو اس زمانہ میں صحیح طریقہ کار سمجھتے ہیں ان کے رویہ پر رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے ایک صحبت میں فرمایا:

ذرا سوچو تو! جس قوم کے آسمانی علوم (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے لائے ہوئے علوم) کا چراغ، علوم محمدی (قرآن وحدیث) کے سامنے گل ہو گیا ہو بلکہ من جانب اللہ منسوخ قرار دے دیا گیا اور براہ راست اس سے روشنی حاصل کرنے کی صاف ممانعت فرمادی گئی، اسی قوم کی اہواء وامانی (یعنی ان یورپین مسیحی اقوام کے

اپنے خودساختہ نظریوں) کو اس حاملِ قرآن وسنت امت محمدیہ کا اختیار کر لینا اور اس کو صحیح طریقہ کار سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا فعل قبیح اور کس قدر موجب غضب ہوگا؟ اور عقلاً بھی یہ بات کتنی غلط ہے کہ محمدی وحی کے محفوظ ہوتے ہوئے (جس میں زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کے متعلق کامل ہدایات موجود ہیں) عیسائی قوموں کے طور طریقوں کی پیروی کی جائے، کیا یہ علوم محمدی کی سخت ناقدری نہیں ہے؟

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۳ ملفوظ:۱۲۴)

یہ صورتِ حال خطرہ سے خالی نہیں

فرمایا: عمل بلا صحبت اور صحبت بلا عمل خطرہ سے خالی نہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۲)

فائدہ: علماء محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ علم وعمل کے بعد اگر کسی کامل اور صالح کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تو اس میں طرح طرح کے خطرات ہوتے ہیں، بسا اوقات آدمی خود اپنے کو کامل سمجھنے لگتا ہے، تکبر وتعلّی کا شکار ہو جاتا ہے، دوسروں کی حقارت دل میں آجاتی ہے، جب اپنے بڑوں کے پاس جاتا رہتا ہے ان کی صحبت میں وقت گذارتا ہے تو ان کو دیکھ کر خود اپنے کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے، اس طرح اس کے اندر تواضع کی شان پیدا ہو جاتی ہے، دوسرے صحبت صالح یعنی کامل کی تھوڑی دیر کی نیک صحبت میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ آدمی بدعمل تو ہوسکتا ہے، لیکن مرتد ومردود ہونے سے اللہ حفاظت فرماتا ہے، نیک صحبت کے نتیجہ میں اس کے باطن میں ایسی قوت اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتا ہے جو اس کو مرتد اور مردود ہونے سے بچا لیتی ہے، شیطان لعین باوجودیکہ علم وعمل میں بہت آگے تھا لیکن نیک صحبت جو ہونی چاہئے اس کے نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہوگیا، اسی لئے قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے: یَا أَیُّھَا

الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ. (سورہ توبہ، پ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کی معیّت اختیار کرو۔

اسی طرح اگر کسی کو بزرگوں کی صحبت تو حاصل ہے لیکن خود عمل کچھ نہیں کرتا تو محض بزرگوں کے پاس رہنے اور ان کی صحبت سے کچھ حاصل نہ ہوگا جب تک کہ آدمی کی خود عملی زندگی درست نہ ہو۔

بعض حالات میں یہ دینی کام دنیا بن جائے گا

فرمایا: حکم کے تحت حلال وحرام کا دھیان کرنا دین ہے، اور حکم سے قطع نظر کر کے کوئی وجہ ضروری قرار دینا بے دینی ہے۔

فرمایا: دین کا کام جی لگنے کی وجہ سے کرنا دنیا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۳۲)

فائدہ: دین کی حقیقت یہی ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور حلال وحرام کی تمیز کرتے ہوئے اللہ کا حکم سمجھ کر اسی حکم کے تحت کام کیا جائے، ورنہ کتنے ہی اچھے جذبہ اور کتنے ہی اچھے خلوص سے کوئی بھی کام دین کے نام سے کیا جائے لیکن حلال وحرام یعنی شرعی حدود قیود کا لحاظ کئے بغیر کیا جائے تو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے، شرعی حدود وقیود کو احکام ومسائل بھی کہتے ہیں، جو علم دین اور علماء حق کے ذریعہ معلوم ہوتے اور ہو سکتے ہیں، ہر دینی کام میں اس پہلو کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ ہماری دینی بھی بے دینی بن کر رہ جائے گی۔

اسی طرح دین کا کام محض جی لگنے کی وجہ سے کرنا یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، دین کا کام اللہ کا حکم سمجھ کر، نبی کا فرمان اور سنت سمجھ کر، اللہ کی رضا، جنت کے حصول، دوزخ سے نجات، اجر وثواب جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی طلب کی غرض سے

کیا جائے تو یہ دین ہے اور یہی اخلاص ہے، اور اگر یہ ساری باتیں نہ ہوں بلکہ محض ماحول اور عادت کی بنا پر یا محض جی لگنے کی وجہ سے کوئی دینی کام کیا جائے شریعت کا حکم اور اللہ کی رضا پیش نظر نہ ہو تو یہ دین نہیں بلکہ دنیا ہے۔

اسباب کی کمی سے مایوس مت ہو

کوشش کیجئے! اللہ اسباب بھی پیدا کردے گا

فرمایا: اسباب کی کمی پر نظر ڈال کر مایوس ہو جانا اس بات کی نشانی ہے کہ تم اسباب پرست ہو، اور اللہ کے وعدوں اور اس کی غیبی طاقتوں پر تمہارا یقین بہت کم ہے، اللہ پر اعتماد کر کے اور ہمت کر کے اٹھو تو اللہ ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے، ورنہ آدمی خود کیا کر سکتا ہے، مگر ہمت اور استطاعت پھر جہد شرط ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۲ ملفوظ: ۱۲۳)

اعتدال کے ساتھ اسباب اختیار کرنا ضروری ہے

فرمایا: اسباب کا نہ کرنے والا زندیق اور پھر اسباب پر نظر رکھنے والا مشرک۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۰۶)

فائدہ :اسباب کا نہ کرنے والا زندیق، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرے سے اسباب کا یا اس کی تاثیر اور اس کے منافع کا انکار کردے حضرت مولانا اس کو زندیق فرمارہے ہیں کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے، اسباب اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں، اور اللہ ہی نے ان میں تاثیر رکھی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے نبیوں کو اور تمام بندوں کو ان کے اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے، اس کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ اعمال کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا ضروروی ہے، اس کا انکار شریعت کا انکار ہے اسی کو

حضرت نے فرمایا کہ اس کا نہ کرنے والا یعنی اسباب کو تسلیم نہ کرنے والا زندیق ہے، گویا منکرِ شریعت اور نبی کے طریقہ سے منحرف ہے کیونکہ اسباب اختیار کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

پھر بعض موقعوں میں اسباب اختیار کرنا فرض ہے جہاں پر اسباب کا نفع درجہ یقین میں ہو اور اس کے نہ کرنے میں نقصان یقینی ہو جیسے کھانا کھانا، پانی پینا، اگر کوئی اس سبب کو ترک کردے اور مرجائے تو فرض کا تارک ہوگا، گنہگار ہوگا، حرام موت مرے گا۔

بعض اسباب کا اختیار کرنا سنت ہے، یعنی اس کے ترک پر گناہ نہیں ہوگا جیسے علاج معالجہ کی وہ قسمیں جس میں نفع یقینی نہیں اور اس کے نہ کرنے پر نقصان بھی یقینی نہیں (ورنہ وہ بھی قسم اول کے دائرہ میں آجائے گا) عام حالات میں علاج معالجہ مسنون یعنی نبی کی سنت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اسباب کو اختیار کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے، ایسے اسباب کا اختیار کرنا سنت ہے، اس کو ترک کرے گا تو نبی کے طریقہ کے خلاف کرے گا۔

اسباب کی تیسری قسم رقیہ یعنی جھاڑ پھونک ہے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ترک افضل ہے، البتہ ایسے رقئے جو حدیثوں میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان کا کرنا ہی افضل ہے، یا ایسے رقئے کہ ان کے نہ کرنے سے کافی ضرر ہو رہا ہے، مثلاً یقینی دفع سحر کے لئے رقیئے کرنا بھی دوسری قسم میں آجائیں گے، اخیر میں حضرت نے فرمایا اسباب اختیار کرنے کا حکم ضرور ہے، لیکن تمام اسباب کا مؤثر اور نافع ہونا یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ کی طرف سے نظر ہٹا کر صرف اسباب ہی پر نظر کرنا، اور سب کچھ اسی کو سمجھنا یہ مشرکین کا طرز عمل ہے، ایسا شخص مشرک ہے جو اپنے عقیدہ میں اسباب ہی کو سب کچھ سمجھے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دعاء کے ساتھ اسباب واعمال بھی ضروری

فرمایا: دعاء ہی سب کچھ ہے، مگر عمل کرتے ہوئے، دعاء کے ساتھ اعمال ایسے ہیں جیسے چاشنی اوپر لگا دیتے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۵)

فائدہ :اس مثال کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً مرض سے صحت وشفا کے لئے کڑوی دوا استعمال کرتے ہیں، کڑوی دوا میں چاشنی لگا دی تاکہ اس کا کھانا آسان ہو جائے اس کے بغیر مشکل سے کھائی جائے گی، اصل کام یعنی اصل شفاء تو اس دوا سے ہوگی چاشنی سے نہیں، چاشنی مفید ومؤثر نہیں بلکہ دوا موثر ہے، لیکن سہولت وآسانی اور اطمینان وراحت کے لئے چاشنی لگا دیتے ہیں، اسی طرح اس دنیا میں اصل کام تو اللہ کی قدرت اور دعاء ہی سے بنتا ہے، اصل کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے، ظاہری اسباب تو صرف زینہ ہیں ان سے اطمینان قلب اور دلبستگی رہتی ہے اسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور بندوں کو اس کا مکلّف بنایا ہے، دنیاوی اسباب ظاہری اسباب ہیں، اور دعاء باطنی اسباب میں سے ہے، ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے اسباب اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کام بنا دے گا، پھر ان اسباب کی دو قسمیں ہیں دین حاصل کرنے کے اسباب، دنیا حاصل کرنے کے اسباب، اللہ تعالی نے دونوں قسم کے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً دین سیکھنے اور شریعت کو پھیلانے کے لئے تعلیم وتعلّم اور تبلیغ کے اسباب اختیار کرنا کہ اللہ تعالی نے اس کا حکم بھی دیا ہے اگر کوئی دین سیکھنے کا اسباب نہ اختیار کرے گا تو گناہگار ہوگا۔

اسی طرح حلال دنیا اور رزق حلال کے اسباب اختیار کرنا مثلاً تجارت وملازمت یا زراعت کرنا وغیرہ وغیرہ کہ شریعت نے ایسے اسباب اختیار کرنے کا بھی

حکم دیا ہے اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں یہاں تک فرمایا: **کسب الحلال فریضة**، کہ حلال روزی کمانا فرض ہے، الغرض دین ودنیا حاصل کرنے کے جائز اسباب اختیار کرنے کا بندوں کو مکلّف بنایا گیا ہے۔

اسباب اختیار کرو پھر اللہ پر بھروسہ رکھو

اسباب کو اللہ کے اوامر کے ماتحت اختیار کرو

فرمایا: اسباب ختم ہونے کے بعد یأس (مایوسی) نہ ہونے پائے، اللہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، بس اس وقت اللہ تعالیٰ سے مانگو، اضطراری حالت کی دعاء مقبول ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۷۲)

اسباب کو اوامر کے ماتحت برتو نہ کہ اسباب کو یقین کا درجہ دے دو۔

آج کل مخلوق اسباب پر نظر جما کر سب کام کو ترقی کا باعث سمجھ رہی ہے، حالانکہ اسباب اوامر کے بعد مرتب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے "کن" کہا تب زمین وآسمان بنے، یہ فرق اسباب واوامر کا ہے۔

اللہ نے ایک فن رکھا ہے وہ تنہائی میں آتا ہے، یعنی اللہ پر بھروسہ رکھنے کی قوت پیدا کرنا، مگر اس سے پہلے پہلے اسباب میں خوب کوشش کرلیوے اور اللہ پر بھروسہ کرے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۷۵، ۸۱، ۸۵)

فائدہ: اسباب کو اوامر کے ماتحت برتنے کا مطلب یہ ہے کہ خلاف شرع اور ناجائز اسباب نہ اختیار کئے جائیں خواہ کتنے ہی مفید ہوں، صرف جائز اسباب پر اکتفا کیا جائے۔ (مرتب)

اسباب کے متعلق مجھے دو خطروں کا اندیشہ ہے

فرمایا: مجھے دو خطرے ہیں، ایک یہ کہ اسباب ہوتے ہوئے اسباب پر نظر نہ ہو، مشکل ہے، مجھے اپنے اوپر بھی خطرہ ہے، اسباب پر نظر ہوجانے سے اللہ کی نصرت ختم ہوجاتی ہے، استدلال میں لَقَد نَصَرَکُمُ اللّٰہ کو پیش کیا، اسباب نعم (نعمتیں) ہیں اسباب کا تلبس استعمال نعمت کے درجہ میں ہو، نہ کہ ان پر نظر جم کر خالق کے بجائے ان سے جی لگ جائے۔

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ہم کام نہ کررہے ہوں اور سمجھیں کہ کررہے ہیں، کام کے اثرات کو کام سمجھیں، کام تو چھ نمبروں کی پابندی ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاسؒ ص۹)

اسباب کے درجہ میں حکیم ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق پرہیز

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے معالج سے ارشاد فرمایا: حکیم صاحب! میں تو آپ کے پرہیز کے مطابق عمل کرنا شرعی فرض سمجھتا ہوں، کیا یہ کم ہے کہ میں نے نماز میں قیام کے ثواب سے محروم رہوں۔ (یعنی بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں)

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۱۶۳)

صحت وتندرستی بڑی نعمت ہے اس کی حفاظت کیجئے

علاج کرنا سنت ہے پرہیز کرنا فرض ہے

اللہ کی یاد کے بعد تندرستی دوسری نعمت ہے، اس واسطے تندرستی کو بحال رکھنا بہت ضروری ہے۔

پرہیز کرنا فرض ہے، علاج سنت ہے۔ (ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاسؒ ص۶۷)

باب ۵

رئیسوں اور مالداروں کو اہم نصیحتیں

بے موقع مال نہ خرچ کیجئے

فرمایا: ہم کو حکم ہے کہ جو مال تم کو اس دنیا میں دیا جائے اس کو روکو مت، یعنی بخل مت کرو بلکہ خرچ کرتے رہو، لیکن اس شرط کی پابندی کے ساتھ کہ یہ خرچ بے جگہ بھی نہ ہو اور بے سلیقہ بھی نہ ہو، یعنی یہ صَرف صحیح محل ومصرف میں ہو اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر ہو۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۲ ملفوظ:۱۳)

مؤمن کا پیسہ اسی لئے ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ ہو

فرمایا: حضرت فاروق اعظمؓ اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرامؓ کی آمدنیاں بہت تھیں، اور اپنے اوپر خرچ کرنے میں بھی وہ بڑے جز رس (محتاط) واقع ہوئے تھے، ان کا کھانا پہننا بہت ہی معمولی تھا اور نہایت سادہ بلکہ فقیرانہ زندگی گذارتے تھے، اس کے باوجود ان میں سے بہت سے دنیا سے مقروض گئے، کیونکہ وہ اپنی ساری آمدنی دین کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، دراصل مؤمن کا روپیہ اسی لئے ہے کہ وہ اللہ کے کام آئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵۸ ملفوظ:۱۹۰)

فائدہ: اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے لیکن حقوق واجبہ میں یعنی بیوی بچوں کے نان نفقہ میں کوتاہی کرنا، ان کی طرف سے غفلت برتنا گناہ کبیرہ ہے، اس لئے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ دین کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ

سے بیوی بچوں کو حقوق میں ہرگز کوتاہی نہ ہونے پائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سخت پکڑ ہوگی، کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔

تحقیق کے بعد صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی ضرورت

فرمایا: زکوٰۃ دینے والوں پر تفقدّ مصرف (یعنی صحیح مصرف کو تلاش کرنا) لازم ہے، جیسے نماز پڑھنے والے پر پاک پانی کا تلاش کرنا لازم ہے، اور صحیح مصرف زکوٰۃ وہ ہے جس میں زکوٰۃ کا روپیہ لینے سے طمع مال پیدا نہ ہو، شریعت کا زکوٰۃ فرض کرنے سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ غریب مسلمانوں میں مال کی حرص وطمع پیدا ہوجائے کہ لوگوں کی خیرات وزکوٰۃ کے منتظر رہا کریں، پس جو شخص اللہ پر بھروسہ کرکے صبر اختیار کرتا ہے جس قدر وہ صبر وتوکل کرے گا اسی قدر اہل اموال پر بقدر اس کے صبر کے اس کی امداد لازم ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُونَ ضَرباً فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ. (سورہ بقرہ، پ۳)

ترجمہ وتفسیر: (صدقات) اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقیّد ہوگئے ہوں اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی خدمت میں، اور جاننا چاہئے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علومِ دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں) اور اسی وجہ سے وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے اور ناواقف ان کو مالدار خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کی سبب سے)۔

(تفسیر بیان القرآن سورۂ بقرہ، پ۳، ص۱۶۴، ج۱)

تو صحیح مصرف زکوٰۃ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں لگے ہوئے ہیں، اور صبر سے اللہ پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں، کسی سے سوال نہیں کرتے نہ کسی سے طمع رکھتے ہیں،

مگر آج کل اہل اموال پیشہ ور سائلوں کو زکوٰۃ دے کر سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی، حالانکہ وہ تو پہلی زکوٰۃ کو بھی کھو دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اموال میں برکت نہیں، حالانکہ قطعی وعدہ ہے کہ زکوٰۃ سے مال میں برکت ہوتی ہے، پس جو لوگ زکوٰۃ کے بعد اپنے مال میں برکت کا مشاہدہ نہ کریں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ زکوٰۃ مصرف میں نہیں دی گئی اور انھوں نے مصرف کا تفقّد نہیں کیا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۳ ملفوظ: ۵۱)

علماء کرام کی زیارت اور مالی خدمت چار نیتوں سے کیجئے

فرمایا: مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے:

(۱) اسلام کی جہت سے چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے، یعنی محض حسبۃً للہ ملاقات کرے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پَر اور بازو بچھا دیتے ہیں تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علوم نبوت ہیں، اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

(۴) ان کی ضروریات کے تفقّد کے لئے (یعنی ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کو تلاش کرنے کے لئے) کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقّد کر کے (یعنی تحقیق کر کے) اُن ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہلِ اموال پورا کر سکتے ہیں، تو علماء اپنی ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے، اور وہ وقت بھی خدمت علم دین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص۵۵ ملفوظ: ۵۲)

ہدیہ کی اہمیت اور زکوٰۃ وہدیہ کا فرق

فرمایا: زکوٰۃ کا درجہ ہدیہ سے کمتر ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام تھا، ہدیہ حرام نہ تھا، اور اگر چہ زکوٰۃ فرض ہے اور ہدیہ مستحب ہے، مگر بعض دفعہ مستحب کا اجر فرض سے بڑھ جاتا ہے، جیسے ابتداء سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے، مگر ابتدائے سلام جواب سے بہتر ہے، اسی طرح زکوٰۃ گو فرض ہے مگر اس کا ثمرہ تطہیر مال ہے (یعنی زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے)، اور ہدیہ گو مستحب ہے مگر اس کا ثمرہ تطییب قلب مسلم ہے (یعنی مسلمان کا جی خوش کرنا مقصد ہے)، تو ثمرہ کے لحاظ سے یہ افضل ہے، کیونکہ تطہیر مال سے تطییب قلب مسلم کا درجہ بڑھا ہوا ہے (یعنی مال کی پاکیزگی کے مقابلہ میں مرد مسلم کا جی خوش کرنا افضل ہے)، اور زکوٰۃ سے بھی اگر چہ مسلمان حاجت مند کی تطییب قلب ہو جاتی ہے، مگر مقصوداً نہیں بلکہ تبعاً حاصل ہو جاتی ہے، اور ہدیہ سے اصل مقصود ہی تطییب قلب مسلم ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۵۳ ملفوظ: ۵۱)

ہدیہ دینا صدقہ دینے سے افضل ہے اور قرض دینے کا ثواب ہدیہ سے بھی بڑھ کر ہے

فرمایا: لوگوں کو ہدیہ، صدقہ اور قرض کے فضائل واقعات صحابہ سے بتلانا چاہئے، صحابہؓ مزدوری کر کر کے صدقہ کرتے تھے، ان میں صرف اغنیاء ہی صدقہ نہیں کرتے تھے، غریب بھی مزدوری کر کے کچھ نہ کچھ صدقہ کیا کرتے تھے کیونکہ صدقہ کے فضائل ان کی نظر میں تھے، اور جب صدقہ کا یہ درجہ ہے تو ہدیہ تو اس سے بھی افضل ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۲ ملفوظ: ۶۴)

مقروض تنگدست کومہلت دینے کا ثواب

اسی طرح قرض دینے کے بھی بہت سے فضائل ہیں، مثلاً جس وقت قرض کی مدت پوری ہوجائے اس کے بعد تنگ دست مقروض کو اگر مہلت دی گئی، تقاضا نہ کیا گیا تو ہر دن صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۲ ملفوظ:۶۴)

فائدہ: یہ مضمون ایک حدیث پاک میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے ہر دن اتنے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔ (مسند احمد ص:۴۴۲ ج ۴ عن عمران بن حصین)

اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گناہ ہوتا ہے اور حاجت کے وقت کسی کو قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گناہ ہوتا ہے، یعنی قرض کا ثواب صدقہ سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ قرض ضرورت مند آدمی ہی لیا کرتا ہے۔

(ابن ماجہ باب القرض عن انس ص ۴۲۱، ج ۲، حدیث نمبر ۲۴۳۱، بیروت)

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے پر دنیوی برکات کا بھی وعدہ

فرمایا: انفاق فی سبیل اللہ (راہ خدا میں خرچ کرنے) پر نصوص میں دنیوی برکات کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کا ''اجر'' نہیں ہے، نیکیوں کے اصل اجر کا تو عالم تحمل ہی نہیں کرسکتا، وہاں کی خصوصی نعمتوں کی برداشت یہاں کہاں؟ اس دنیا میں تو پہاڑ جیسی سخت مخلوق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی ایک تجلی کی تاب نہ لاسکے، فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا.

فرمایا: جنت کی نعمتیں اگر یہاں بھیج دی جائیں تو خوشی سے موت واقع ہو

جائے، یہی حال وہاں کے عذاب کا ہے، اگر دوزخ کا ایک بچھو اس دنیا کی طرف رخ کرے تو یہ ساری دنیا اس کے زہر کی تیزی سے سوخت ہو جائے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۹ ملفوظ:۱۱۴)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی اہمیت

فرمایا: راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کی مثال قرآن پاک میں جو اس شخص سے دی گئی ہے جس نے ایک دانہ بویا اور اس سے سات سو دانے پیدا ہوئے،

مَثَلُ الذَینَ یُنفِقُونَ أموالَهُم فِی سَبِیْلِ اللّٰه کَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنبُلَةٍ مِأئَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَن یَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ،

ترجمہ: (جولوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے)

تو یہ تمثیل دنیوی برکات ہی کی ہے، آخرت میں اس انفاق کا جو اجر ملے گا وہ تو بہت ہی وراء الوراء ہوگا، اور اس کی طرف اشارہ اس سے اگلی آیت میں ہے:

اَلَّذِیْنِ یُنْفِقُونَ أمْوَالَهُم فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتبِعُونَ مَاأنْفَقُوا مَنًّاوَّلااذًی لَهُم أجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ، اس میں "لَهُم أجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِم"

ترجمہ: جولوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم پہونچے گا) کا اشارہ اسی اصلی اجر کی طرف ہے جو موت کے بعد

عالم آخرت میں ملنے والا ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۷ ملفوظ: ۱۱۵)

غربت اور مال کی کمی کی وجہ سے جو نہ نکل سکتے ہوں مالدار حضرات ان کو اپنے خرچ سے بھیجیں

فرمایا: اگر کسی جگہ کے کچھ غرباء تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے پر آمادہ ہو جائیں اور خرچ سے لاچار ہوں تو کوشش کر کے حتی الوسع انہیں کے ماحول سے کچھ امراء کو بھی ان کے ساتھ کے لئے اٹھایا جائے اور انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے غرباء اور ضعفاء کی امداد کا اللہ کے یہاں کیا درجہ ہے، لیکن ساتھ ہی پوری اہمیت سے یہ بات بھی ان کے ذہن نشین کی جائے کہ اگر وہ اپنے کسی غریب ساتھی کی مدد کرنا چاہیں تو اس کے اصول اور اس کا طریقہ اس راہ کے پرانے تجربہ کار کارکنوں سے ضرور معلوم کریں، اور ان کے مشورہ سے ہی یہ کام کریں، خلاف اصول اور غلط طریقہ پر کسی کی مدد کرنے سے بسا اوقات بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

پھر اس انفاق یعنی دین کے لئے نکلنے والے غریب اور غیر مستطیع لوگوں پر خرچ کرنے کے مندرجہ ذیل یہ چند اصول حضرت مولانا نے بیان فرمائے اور غالباً اس عاجز سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان کو لکھ لو۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۳)

اشراف نفس اور لالچ نہ پیدا ہونے دیں

فرمایا: (۱) غیر مستطیعین کو اس طرح حکمت سے دیا جائے کہ اس کو کوئی مستقل سلسلہ نہ سمجھنے لگیں اور ان میں اشراف پیدا نہ ہونے پائے۔

بقدر ضرورت ہی امداد کی جائے اور رفتہ رفتہ ہاتھ کھینچ لیا جائے

(۲) دینا ''تالیف'' کے لئے ہو (یعنی دین سے قریب کرنے اور انس پیدا کرنے کے واسطے ہو) لہٰذا صرف بقدر ضرورت تالیف ہی ہو، پھر جیسے جیسے ان میں دین کی قدر وطلب اور اس کام سے انس ومناسبت بڑھتی جائے اسی قدر مالی امداد سے ہاتھ کھینچا جائے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۴)

ضرورت کے وقت قرض لے کر بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے

(۳) اور صحبت وگفتگوؤں وغیرہ کے ذریعہ یہ جذبہ ان میں پیدا کیا جائے کہ وہ محنت اور مزدوری کرکر کے یہ کام کریں، یا جس طرح اپنی اور ضرورتوں کے لئے قرض لیتے ہیں، اس کو بھی ایک اہم ضرورت سمجھتے ہوئے حسب موقع اس کے لئے قرض لیں، اس راہ میں غیر کا ممنون نہ ہونا ''عزیمت'' ہے، ہجرت کے وقت صدیق اکبر جیسے فدائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پیش کی تھی تو حضور نے قیمت طے کر کے قرض لی۔

لیکن جب تک رغبت کا یہ درجہ اور یہ جذبہ وذائقہ پیدا نہ ہو اس وقت تک بقدر مناسب ان کی مالی مدد کی جاتی رہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۴)

فائدہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تالیف قلب کے لئے ایک مدت تک خرچ کرنے کی جو بات فرمائی، یہ بات ان لوگوں کے لئے فرمائی ہے جن پر خرچ کرنے سے صرف تالیف قلب یعنی قریب کرنا ہی مقصود ہو، ضرورت اور حاجت کو پورا کرنا مقصود نہ ہو ورنہ اگر ضرورت واحتیاج کی بناء پر خرچ کرتا ہے تو جب تک ضرورت واحتیاج باقی ہے اس وقت تک خرچ کرنا چاہئے اور اگر تالیف قلب کی ضرورت برابر ہو تو تالیف قلب کے لئے بھی برابر خرچ کرنا چاہئے، واللہ اعلم۔

اپنے سے افضل سمجھتے ہوئے خفیہ طریقہ سے امداد کی جائے

(۴) مالی امداد کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہایت مخفی طور پر اورعزت واحترام کے ساتھ دیا جائے اور دینے والے کو امراء خدمت دین میں مشغول غرباء کے قبول کر لینے کو ان کا احسان سمجھیں اور ان کو اپنے سے افضل سمجھیں کہ باوجودیکہ غربت وعسرت کے وہ دین کے لئے گھر سے نکلے ہیں، دین کے لئے گھر سے نکلنا صفت ہجرت ہے، اور ان کی مدد کرنا صفت نصرت ہے، اور ''انصار'' کبھی ''مہاجرین'' کے برابر نہیں ہو سکتے۔

زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ ہدیہ دینے کی زیادہ کوشش کیجئے

(۵) اس راہ میں کام کرنے والوں کی مدد زکوٰۃ وصدقات سے زیادہ ہدیہ کی صورت میں کی جائے، زکوٰۃ وصدقات کی مثال ہانڈی کے میل کچیل اور اجزاء ردّیہ کی سی ہے کہ اس کو نکالنا ضروری ہے ورنہ ساری ہانڈی خراب رہے گی، اور ہدیہ کی مثال ایسے سمجھو جیسے کہ تیار کھانے میں خوشبو ڈالی جائے، اور اس پر چاندی سونے کے ورق لگا دیئے جائیں۔

جولوگ اللہ کے راستہ میں نکلے ہوئے ہیں ان کے گھروں میں جا کر خبر لیجئے اور ان کی مدد کیجئے

(٦) دین کے لئے گھر سے نکلنے والوں کی مدد کی ایک اعلیٰ صورت یہ بھی ہے کہ ان کے گھر والوں کے پاس جا کر ان کے سودا سلف اور ان کی ضرورتوں کی فکر کریں، اور ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کریں، اور انہیں بتائیں کہ تمہارے گھر کے

لوگ کیسے عظیم الشان کام میں نکلے ہوئے ہیں، اور وہ کس قدر خوش نصیب ہیں، غرض یہ کہ خدمت اور ترغیب سے ان کو اتنا مطمئن کریں کہ وہ خود اپنے گھر کے نکلے ہوئے لوگوں کو لکھیں کہ ''ہم لوگ یہاں ہر طرح آرام سے ہیں، تم اطمینان کے ساتھ دین کے کام میں لگے رہو۔''

مدد کرنے سے پہلے حالات کی تفتیش کیجئے

(۷) مالی امداد کے سلسلہ میں تفقد احوال کی بھی ضرورت ہے (یعنی دین کے کام میں لگے رہنے والوں کے حالات پر غور کرے، اور بالا بالا ٹوہ لگائے کہ ان کی کیا ضروریات ہیں، اور ان کی گذر بسر کیسی ہے)۔

حالات کی تفتیش کیسے کریں؟

(۸) تفقّد احوال کی ایک صورت جس کو خاص طور سے رواج دینا چاہئے یہ ہے کہ بڑے لوگ اپنی مستورات کو دین کے واسطے نکلنے والے غرباء کے گھروں میں بھیجا کریں، اس سے ان غرباء کے اہل خانہ کی دلداری اور حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور ان کے اندرونی حالات کا بھی کچھ علم ہوگا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۵ ملفوظ:۱۱۳)

دوسروں پر پیسہ خرچ کرنا باعث برکت ہے

فرمایا: اپنا پیسہ دوسروں پر خرچ کرنا باعث برکت ہے، دوسروں کے پیسے کی طمع لالچ) کرنا بے برکتی ہے، دوسروں کی خدمت کرنا باعث نجات ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ ص۲۴)

فائدہ: حضرت مولاناؒ نے جو نصیحت فرمائی ہے یہ کئی حدیثوں کا مضمون ہے،

مسلم شریف کی کتاب الزکوٰۃ کی کئی روایتوں میں یہ مضمون آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں پر خرچ کرو اللہ تم پر خرچ کرے گا، یعنی اللہ تم کو دے گا، تم لوگوں سے ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔

(مسلم شریف، کتاب الزکوۃ)

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ اے اللہ مال خرچ کرنے والوں کو دیجئے، اضافہ کیجئے، اور مال روکنے والے اور نہ خرچ کرنے والوں کے مال کو تباہ و برباد کر دیجئے۔ (مسلم شریف، کتاب الزکوۃ)

بلاشبہ اپنا پیسہ دوسروں پر خرچ کرنا اجر وثواب کے علاوہ دنیا میں بھی ترقی اور برکت کا باعث ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ آدمی دوسرے کے مال کو حرص کی بنا پر للچائی نگاہ سے دیکھے جس کو اشراف نفس کہتے ہیں، آپ نے فرمایا اشراف نفس اور حرص کی بنا پر جو مال حاصل کیا جائے اس میں برکت نہیں ہو سکتی۔ (مسلم شریف، کتاب الزکوۃ)

بلاشبہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی خدمت خواہ کسی نوع کی ہو، یعنی مالی یا جسمانی یہ حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور نجات کا باعث ہے، ولایت کی علامت ہے، وہ جو دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کی خدمت کر کے آپ بھی ان کے دینی کاموں کے اجر وثواب میں شریک ہو جائیں گے۔

دوسروں پر مال خرچ کرنے کے متعلق ضروری ہدایت

فرمایا: بلاتفقد احوال کسی پر خرچ کرنا اہواء (خواہشات) کی اعانت ہے، وَلَا يَتَّبِـعُ أَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ. (ان لوگوں کے خواہشات کی اتباع نہ کیجئے جو جانتے نہیں)۔ (ارشادات مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۹)

فائدہ :حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایمان والوں کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کے مالوں میں ضرورت مندوں کا حق ہوتا ہے، وہ ضرورت مند جو اپنی حاجات اور ضروریات کا اظہار کر کے سوال کرتے ہیں اور ان ضرورت مندوں کا بھی جو سوال نہیں کرتے ،علامتوں سے تم ان کی حاجت اور ضرورت کو پہچان سکو گے، وہ کسی سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے ،بہت سے نادان مالدار ان کی پاکدامنی اور استغناء کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتے ہیں ،حالانکہ وہ ضرورت مند ہوتے ہیں، یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے اس فرمان کا:

وَفِی أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم.

(ذاریات پ۲۶)

ترجمہ ومطلب: اوران کے مال ودولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا حق ہوتا ہے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمٰهُم لَايَسْئَلُونَ النَّاسَ اِلحَافاً. (سورہ بقرہ،پ۳)

ترجمہ ومطلب: ناواقف آدمی انہیں مال دار سمجھتا ہے تم ان کے چہرہ کی علامتوں سے ان کو پہچان سکتے ہو، وہ لوگ لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

اس پوری تفصیل وتمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مالداروں کو یا جن کے اندر مال خرچ کرنے کی استطاعت ہے ان کو ہدایت فرمارہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ نیک بندوں کے مالوں میں دونوں قسم کے لوگوں کا حق ہوتا ہے، سوال کرنے والوں کا بھی اور سوال نہ کرنے والوں اور پاکدامنی اختیار کرنے والوں کا بھی۔

تو اب مالداروں پر لازم ہے کہ سوال کرنے والوں کو جب کہ ان کی صداقت کا اطمینان ہو دیا کریں، اور جو سوال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں بظاہر ان کی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے ان کے استغناء اور ظاہری حالت کو دیکھ کر لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کا تفقد یعنی کسی بہانہ سے ان کے حالات معلوم کر کے ان پر از خود خرچ کریں، تحقیق کرنے سے اور قرائن کے ذریعہ حالات معلوم ہو سکتے ہیں، بلا تفقد اور بلا تحقیق مال خرچ کروگے، یا جو تمہاری ہاں میں ہاں ملائے، چاپلوسی کرے اس پر خرچ کروگے تو اس میں اپنا جی خوش کرنا اور خواہش پر عمل کرنا تو ہوگا، اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا نہ ہوگا، اس لئے مالداروں پر لازم ہے کہ اوپر ذکر کئے ہوئے شرعی ضابطہ کے مطابق ہی خرچ کیا کریں۔

آج کل لوگ دونوں قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہیں، اگر کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت کا اظہار کرے تو اس سے بدگمان ہوتے یا لالچی سمجھتے ہیں، اور جو اظہار نہیں کرتے ان کو مستغنی سمجھتے ہیں اس لئے ان پر خرچ نہیں کرتے، بس اپنی منمانی کرتے ہیں، حضرت مولاناؒ اسی غلطی سے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں۔

صرف پیسہ دینا کافی نہیں عملی طور پر بھی کام میں حصہ لیجئے

ایک جگہ سے تیس ہزار کا چیک آیا جو واپس کر دیا گیا کہ ہم تمہارے بنک نہیں ہیں، وقت فارغ کر کے آؤ، اس کا طریقہ استعمال سیکھو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۹)

فائدہ: آج سے تقریباً اسی ۸۰ سال قبل تیس ہزار روپئے کی کتنی اہمیت ہوگی خود ہی اندازہ لگا لیجئے، نیز اس وقت پیسوں کی ضرورت بھی تھی خصوصاً گاؤں گاؤں مکاتب کھولنے اور ان کی تنخواہوں کا نظم کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس

صاحبؒ کو پیسوں کی بھی ضرورت تھی اس کے باوجود تیس ہزار روپیہ کا آیا ہوا چیک یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ خود وقت فارغ کر کے آؤ اور کام کرنے کا طریقہ سیکھو۔

یہ ہے انداز تربیت، حضرت اقدسؒ ان حضرات کے حالات اور طبیعتوں سے واقف ہوں گے یا اللہ تعالیٰ نے حضرت کے قلب میں اس کا القاء فرمایا کہ یہ کام کے لوگ ہیں، ان کا پیسہ واپس کر کے اس طرح ان کو عملی طور پر کام سے جوڑا جائے، اور ان کو کام کرنے کا طریقہ سکھایا جائے۔

حضرتؒ کے اس طرز عمل سے اس بات کا بھی سبق ملتا ہے کہ روساء اور اغنیاء صرف پیسہ دینے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ عملی طور پر بھی اس کام میں شریک ہوں اور خود بھی اس کام کو انجام دیں۔

سوال کرنے والوں کے ساتھ مخلصین کو کیا معاملہ کرنا چاہئے

فرمایا: ''اِنَّ لِلسَّائِلِ عَلَيْكَ حَقّاً وَاِنْ جَاءَ عَلٰی فَرَسٍ.'' کا مطلب سمجھنے میں عام طور پر ایک مغالطہ ہوتا ہے، سمجھا جاتا ہے کہ سائل خواہ کیسا ہی اور کسی حال کا ہو اس کو اس کا مسئول (یعنی جو وہ مانگے دینا ہی چاہئے) حالانکہ یہ غلط ہے، بلکہ حدیث کا مفاد صرف یہ ہے کہ اس کا تم پر حق ہے کہ اس کے ساتھ مناسب اور خیر خواہانہ وہمدردانہ معاملہ کرو، تکبر اور تحقیر کے ساتھ پیش نہ آؤ (أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَر) (ترجمہ: سوال کرنے والے کو جھڑکو نہیں)۔

اب یہ خیر خواہی کبھی اس طرح ہوگی کہ اس کی مانگ پوری کر دی جائے اور کبھی خیر اندیشی وہمدردی کا تقاضہ یہ ہوگا کہ اس کو سوال کی ذلت سے بچنے کی نصیحت کی جائے اور معیشت کی کسی مناسب تدبیر کی طرف اس کی رہنمائی کی جائے اور اس میں حسب موقع اس کو سہولت پہنچائی جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض

سائلوں کے ساتھ کیا کہ ان کے کھانے کا پیالہ تک نیلام کر کے اس کی قیمت سے کلہاڑی خرید وادی اور فرمایا کہ "جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور اپنا گزارہ کرو۔

پس اگر سائل معذور و مجبور نہیں ہے، بلکہ ایسا ہے جو اپنے گزارے کے لئے کچھ کر دھر سکتا ہے تو اس کا حق یہی ہے کہ حکمت کے ساتھ اس کو سوال سے بچایا جائے اور کسی کام سے لگانے کی کوشش کی جائے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا نصوص کے معنیٰ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو کبھی ان شاء اللہ غلط فہمی نہ ہو۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۹ ملفوظ: ۱۱۰)

تزکیۂ نفس واصلاحِ باطن اور تصوف سے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اہم ہدایات

باب ۶

دین وشریعت کے تین اہم شعبے شریعت، طریقت، سیاست

تبلیغ نام ہے تینوں کو لے کر چلنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا

فرمایا: مذہب کے اہم اور بڑے تین شعبے ہیں شریعت، طریقت، سیاست اس طریق تعلیم وتعلم اور اس طرز تبلیغ کے اصول کی پابندی کرنے سے ان تینوں کے علوم بھی تدریجاً حاصل ہوتے رہتے ہیں، اور صرف علوم نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ہر ایک علم کا عمل بھی آتا رہتا ہے، گویا تینوں کے علوم مع عمل کے بڑھتے رہتے ہیں۔

یہ (تبلیغی) کام شریعت، طریقت، سیاست کے علوم مع عمل کے لئے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲)

تصوف اور دل کی صفائی کی ضرورت

تصوف کا خلاصہ اور اس کی حقیقت

فرمایا: تصوف کا خلاصہ دل کا جاگنا ہے۔

دل آئینہ ہے، اس میں خدا نظر آتا ہے، لیکن اس آئینہ کو صاف کرتا رہے، یعنی صفات رذیلہ سے پاک کرنا چاہئے، صفات محمودہ اپنی عادت بنانا چاہئے، بس پھر صفات رذیلہ کو دور کرنے کے لئے خدمت خلق ہے۔

شکستہ دلوں کی خدمت کرنا عرش عظیم کی کھڑکیاں ہیں۔

بوستاں کے دیباچہ کے اشعار اخیرہ کے مطابق دل کی صفائی کرنا چاہئے۔

تصوف کا پہلا رذیلہ (عیب) بخل ہے اور آخری حب جاہ۔ (بڑا بننے کی خواہش اور طلب)

ذکر، اکرام مسلم، تصحیح نیت ان تینوں چیزوں سے صفات حسنہ پیدا ہوں گی۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۰)

فائدہ: تصوف کا خلاصہ اور اس کا مقصد دل سنوارنا ہے یعنی دل کو رذائل اور باطنی عیوب سے پاک وصاف کرنا اور فضائل ومحاسن سے آراستہ کرنا، اسی کا نام تصوف اور اسی کو تزکیہ نفوس بھی کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ألا وإن فی الجسد مضغةً کہ آدمی کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا انسان درست رہتا ہے، اگر وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو پورا انسان بگڑ جاتا ہے، پھر آپ نے فرمایا: ألا وھی القلب، سن لو! وہ ٹکڑا انسان کا دل ہے۔

(بخاری شریف ص۱۳، ج۱، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ)

خلاصہ یہ کہ دل کی صفائی کا نام ہی تزکیہ وتصوف ہے اور یہ دین کا اہم شعبہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں اس کو بیان کیا گیا ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ آدمی بہت سے دینی کام کر رہا ہے، لیکن دل بگڑا ہونے کی وجہ سے اس کی ساری محنت برباد ہو رہی ہو، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کو درست کرنا بہت ضروری ہے، پھر صفات محمودہ کو پیدا کرنا، اور صفات رذیلہ کو قلب سے دور کرنا یہ مشکل کام ہے، بسا اوقات آدمی کو رذائل کا علم نہیں ہوتا وہ رذیلہ کو کمال اور عیب کو ہنر سمجھتا ہے، جیسے کوئی مریض مرض کو صحت سمجھے، اس لئے مشائخ سے رابطہ کرنا اور ان کے ذریعہ اپنے قلب کی اصلاح کرانا ضروری ہے، اسی کی طرف حضرتؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ قلب کی صفائی اور تزکیہ بوستاں کے مقدمہ میں لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق کی جائے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی اللہ والے شیخ سے جس سے

مناسبت ہو اس سے تعلق قائم کرے اور اس سے اپنے دل کی کیفیت اور باطنی امراض کو بیان کر کے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرے۔

اس کے ساتھ حضرتؒ نے چند مخصوص اعمال وصفات کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کے بغیر آدمی میں نہ تو کمال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا تزکیہ ہو سکتا ہے، ایک تو ذکر ہے، دوسرے اکرام مسلم، تیسرے تصحیح نیت یعنی ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہو، چوتھے مخلوق کی خدمت کا جذبہ، دین ودنیا جس لائن سے وہ مخلوق کی خدمت کر سکتا ہو اس کو اختیار کرے، خلاصہ یہ کہ تصحیح نیت، ذکر، اکرام مسلم، مخلوق کی خدمت یہ ایسے اوصاف ہیں کہ شیخ کی ہدایت کے مطابق یہ کام کئے جائیں تو آسانی سے تزکیہ ہو جائے گا اور اس کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا جو کہ شرعاً مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا نظر آنا بطور مثال کے ہے، حقیقی معنیٰ مراد نہیں، مجازی معنیٰ مراد ہیں، یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کا استحضار نصیب ہو جائے گا۔

تصوف کا مقصد

فرمایا: طریقت کی خاص غایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر کا مرغوب طبعی اور نواہی کا مکروہ طبعی ہو جانا (یعنی ایسی کیفیت پیدا ہو جانا کہ احکام واوامر الٰہی کے بجالانے میں لذت وفرحت حاصل ہو اور نواہی یعنی ممنوعات کے پاس جانے سے اذیت اور کراہت ہونے لگے) یہ تو ہے طریقت کی غایت، باقی جو کچھ ہے (یعنی خاص اذکار واشغال اور مخصوص قسم کی ریاضت وغیرہ) سو وہ اس کی تحصیل کے ذرائع ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵ ملفوظ: ۳۰)

ذرائع اور مقاصد کا فرق

ذرائع کو مقاصد کا درجہ دینا بدعت ہے

فرمایا: اب بہت سے لوگ ان ذرائع ہی کو اصل طریق سمجھنے لگے حالانکہ بعض تو ان میں سے بدعت ہیں، بہرحال چونکہ ان چیزوں کی حیثیت صرف ذرائع کی ہے اور یہ بذاتِ خود مقصود نہیں ہیں اس لئے احوال ومقتضیات کے اختلاف کے ساتھ ان پر نظرِ ثانی اور حسبِ مصلحت ترمیم وتبدیل ضروری ہے، البتہ جو چیزیں شریعت میں منصوص ہیں وہ ہر زمانہ میں یکساں طور پر واجب العمل رہیں گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۶ ملفوظ: ۳۰)

فائدہ: شریعت میں بہت سے احکام ایسے ہیں کہ وہ خود بھی مطلوب ہیں اور ان کا خاص طریقہ، کیفیت، ہیئت بھی مطلوب ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ کہ نفسِ عمل اسی کیفیت اور ہیئت کے ساتھ مطلوب ہے جس طرح سے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اور بہت سے احکام ایسے ہیں کہ نفسِ عمل تو مقصود ہے، لیکن اس کا کوئی خاص طریقہ، کیفیت، ہیئت شریعت نے مقرر نہیں کی بلکہ بندوں کو اختیار دیا ہے کہ ضرورت وحالات کے مطابق جو صورت مناسب اور بہتر ہو اس کو اختیار کریں جیسے تعلیم وتعلّم، دعوت وتبلیغ، تزکیہ وتصوف، اور جہاد کے مختلف طریقے، کہ شریعت نے اس کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا، حدودِ جواز میں رہتے ہوئے جو طریقہ حالات اور زمانہ کے مناسب ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے، تصوف میں اوراد واشغال، اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے بھی اسی قسم سے ہیں، ان طریقوں کی بابت یہ سمجھنا کہ بس یہی خاص طریقہ ہی مقصود ومتعین اور ضروری ہے، اسی کا اختیار

کرنا ضروری ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس کو بدعت فرمارہے ہیں، حسب مصلحت اس میں ترمیم یقیناً کی جاسکتی ہے، کیونکہ جب شریعت نے کسی خاص طریقہ کا پابند نہیں کیا تو ہم یہ پابندی کیوں کر عائد کرسکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا اہم مضمون بصیرت افروز چشم کشا ہے موقع کی مناسبت سے اس کا کچھ حصّہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

دین کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے اس کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں، ایک تو وہ حصہ ہے جو اپنی خاص ہیئت وشکل کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور اس کی ہیئت وشکل مطلوب ہے، اس کو ہم ''منصوص بالوضع'' کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ دینی امور ہیں جو اپنی خاص ہیئت وصورت کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، مثلاً ارکان دین اور بہت سے ایسے فرائض جن کو نہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بتایا بلکہ ان کی شکلیں زبانی بھی بتائیں، اور خود کرکے بھی دکھلایا، مثلاً نماز، حج، وضووغیرہ۔

دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں نفس شئی مطلوب ہے لیکن بہت سے حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اور زمانہ کے تغیر اور امت کے لئے وسعت کا خیال کرکے آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں، صرف شئی بتلادی کہ یہ مقصود ہے، یہ چیزیں خود منصوص ہیں، لیکن ان کی کوئی خاص وضع وہیئت منصوص نہیں، مثلاً جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم ودین کے سلسلہ کو چلانا اور احکام کا امت تک پہنچانا، یہ سب امت سے مطلوب ہے، اگر امت ان کو چھوڑ دے اور بالکل ترک کردے تو وہ گنہگار ہوگی، لیکن صرف یہ اعمال مقصود ہیں ان کی کوئی خاص شکل طریقہ متعین نہیں کیا

گیا، بلکہ اس بارے میں امت کی عقل سلیم پر اعتماد کیا گیا ہے اوران فرائض کی ادائیگی کواس کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

غیر منصوص بالوضع کی واضح مثال لباس کا مسئلہ ہے، لباس ساتر ہو، ٹخنوں سے اونچا ہو، گھٹنوں سے نیچا ہو، تفاخر اور تکبر کا لباس نہ ہو، کوئی حرام وناجائز مثلاً مردوں کے لئے ریشم نہ ہو، پس لباس بھی منصوص اوراس کی یہ شرائط بھی منصوص ہیں لیکن لباس کی شکل لباس کا رنگ اوراس کی قطع وغیرہ غیر منصوص ہیں، اسی میں امت کے لئے بہت سی سہولتیں ہیں ان کوامت کی تمیز اور عقل عام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

دوسری مثال مساجد کی ہے، مساجد بھی مطلوب ہیں اور مساجد کی نظافت بھی مطلوب ہے اور یہ بھی مطلوب ہے کہ ان میں ذکر اللہ ہو اور دوسرے مقامات سے ممتاز ہوں، مگر ان کی کوئی خاص طرز تعمیر مطلوب نہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ عالمِ اسلام میں مساجد مختلف وضع کی پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ مینارے اور گنبد بھی مساجد کے لئے شرائط میں نہیں تھے، ہندستان کی مسجدوں میں دو میناروں کا رواج ہے، الجزائر ومراکش کی مساجد میں ایک مینار ہوتا ہے اور دنیا کی سب سے بڑی اور پہلی مسجد بیت اللہ کا کوئی مینار نہیں۔

اب دعوت الی اللہ کی مثال لیجئے، اللہ کی طرف اوراس کے دین کی طرف بندوں کو بلانا فرض ہے، انفرادی ہو یا اجتماعی، تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس کی کوئی شکل معین نہیں، نوحؑ کی زبان سے قرآن پاک میں واضح کردیا گیا ہے کہ دعوت کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں، قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَاراً (سورہ نوح، پ۲۹) (حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کے سامنے رات میں بھی دین کی اور توحید کی

دعوت رکھی اور دن میں بھی)ثُمَّ اِنِّیۡ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا (سورہ نوح، پ۲۹) (پھر میں نے بالاعلان بھی آپ کا پیغام ان کو پہنچایا اور چھپ چھپ کر تنہائیوں میں بھی ان سے آپ کی بات کہی)۔

لہٰذا دعوت دین کا کام کرنے والے ہر فرد جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرلے اور اپنی سعی وجد وجہد کا جو طرز مناسب اور مفید سمجھے وہ اختیار کرے اس میں کسی کو جائز اور ناجائز کہنے یا کوئی روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے، جب تک کہ اس میں کوئی عنصر شامل نہ ہو جائے جو شرعی طور پر منکر یا مقاصد دینیہ کے لئے مضر ہو۔

بعض عوامی حلقوں میں اس وقت ان دونوں حصوں کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے، منصوص کو غیر منصوص کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور غیر منصوص کو منصوص کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں اور مختلف اداروں اور دعوتوں میں اکثر تنازع کی شکل پیدا ہو جاتی ہے، اگر ہم ان چیزوں میں فرق سمجھ لیں تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی، سینکڑوں تنازعوں کا سدّ باب ہو جائے گا اور بہت سی ذہنی الجھنیں ختم ہو جائیں گی۔

چیزوں کی اصلی ہیئت سمجھنے اور ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کا یہ پیمانہ ہمارے ہاتھ آ گیا اس کے بعد صحیح اصول پر چلنے والی اور مخلصانہ دینی دعوتوں، دینی اداروں اور حلقوں کے درمیان تقابل، تصادم اور اختلاف کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا، فرق جو رہ جاتا ہے وہ صرف اپنے اپنے تجربوں اور حالات کے مطالعہ کا ہے کہ کام کی کون سی شکل اور طریقہ زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہے اور کس سے وہ نتائج ومقاصد حاصل ہوتے ہیں جو اس کام سے مطلوب ہیں۔

دعوت الی اللہ کی مخصوص شکل اور طرز کی افادیت وتاثیر کی وضاحت کی جاسکتی ہے لیکن کسی کو اپنے تجربہ اور مطالعہ کا اس طرح پابند نہیں کیا جاسکتا جیسے احکام قطعیہ اور نصوص قرآنیہ کا۔

دین کی خدمت کرنے والی کوئی جماعت اگر کسی خاص طریقۂ کار کو اختیار کرتی ہے (بشرطیکہ وہ دین کے اصول اور سلف صالحین کے متفقہ مسلک اور طرز فکر کے مخالف نہ ہوں) تو وہ اپنے فیصلے میں حق بجانب ہے، ہم اپنے مخصوص طرز کار کو دوسری دعوتوں اور دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حلقوں کے سامنے بہتر سے بہتر طریقہ پر پیش کرسکتے ہیں، لیکن اگر صرف طرز کار کے فرق کی وجہ سے ہم ان کو غلط کار سمجھیں یا ان کی دینی مساعی اور مشاغل کی نفی کریں جن کا انہوں نے اپنے تجربہ اور مطالعہ اور زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر اختیار کیا ہے اور ان کی افادیت واقعات اور برسوں کے تجربہ سے ان پر واضح ہوچکی ہے اور کتاب وسنت اور سیرت نبوی اور حکمت دینی کے وسیع دائرے میں اس کے لئے ان کے پاس شواہد ودلائل پائے جاتے ہیں تو یہ ہماری غلطی اور زیادتی ہوگی، ہم صرف اتنا کرسکتے ہیں کہ ان سے دوبارہ غور کرنے اور نتائج کو دیکھنے اور ان کا موازنہ کرنے کی درخواست کریں، لیکن ان کی تحقیر وتردید کرنا اور ان کو غلط کار اور گمراہ سمجھنا غلط ہے اور خدمتِ دین اور دعوت الی الخیر کے دروازہ کو محدود اور تنگ بنانے اور امور دین کے رشتہ کو زمانہ اور ماحول سے منقطع کرنے کے مترادف ہوگا۔

دعوتوں اور طریقہ کار میں بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کی ہمیں شریعت نے سختی کے ساتھ تاکید کی ہے، بعض انتظامی امور ہوتے ہیں جو حدیث وقرآن سے استنباط کئے جاسکتے ہیں وہ اصولی طور سے صحابہ کرام کی زندگی میں ملیں گے، لیکن خاص اس ہیئت میں نہیں ملیں گے، یہ سب چیزیں اجتہادی اور تجرباتی ہیں، ان چیزوں پر یا ان خاص شکلوں

پر ہر جگہ اور ہر شخص سے منصوص چیزوں کی طرح اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔

کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقۂ کار اور یہی طرز، دین کی خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے، جب تک اس مخصوص طریقہ پر کام نہ ہوتو سمجھا جاتا ہے کہ ساری جدو جہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا، یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے، اسی طرز فکر کے نتیجہ میں مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے، اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نے اس کو مفید پایا ہے، پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے ،لیکن اگر کوئی خاص طریقہ ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہو جائے گی، اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ اس کی اصلاح کے لئے جدو جہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کر لیتی ہیں ایسے موقع پر حقیقت ورسم، سنت و بدعت، فرض ومباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے، اور کہنے والے نے کہا ہے کہ:

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی!

یہاں ایک باریک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ ایک نبی ہوتا ہے اور ایک مجدد، اور ایک مصلح ہوتا ہے، نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے بغیر نجات ہی نہیں ہوسکتی اور اس کی ہدایت حاصل کئے بغیر اللہ کی رضا اور کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی، اس میں کسی قسم کی مداہنت یا تساہل کی گنجائش نہیں ہے، لیکن مجددین اور مصلحین کا معاملہ یہ نہیں ہے، ہر مجدد اور ہر ربانی مصلح کی پیروی سے دین کو اور دین کے طالبوں کو نفع پہنچتا ہے، مثلاً کسی مجدد کے طریقہ سے قربانی کے جذبات بڑھتے

ہیں، لہٰذا اس کے طریقہ کی پیروی سے قربانی کے جذبات بڑھیں گے، اور ایک دوسرے مجدد کے طریقہ سے اخلاق کی اصلاح اور صفائی معاملات کا اہتمام پیدا ہوتا ہے تو اس سے تعلق ووابستگی خاص طور سے اس میں مؤثر ہوگی۔

بہرحال نبی کے طریقہ پر نجات کا انحصار ہوتا ہے اور بالکل اسی طریقہ پر چلنا لازم لیکن کسی مجدد اور مصلح کا معاملہ یہ نہیں، خاص خاص ترقیاں تو ان کی اتباع اور وابستگی سے ہوتی ہیں، لیکن نجات اس پر منحصر نہیں ہوتی۔

(تبلیغ دین کے لئے ایک اصول، ملحقہ خطبات علی میاں ص ۴۴۲، ۴۴۷)

تصوف وطریقت تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے

فرمایا: طریقت تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

(۱) (بزرگوں کی صحبت) صحبت، آداب وعظمت کے ساتھ۔

(۲) (نفس کے حقوق) حظوظ سے محفوظ ہوں، اور اللہ کے حکم کے ماتحت نگہداشت ہو۔

(۳) ذکر کی پابندی، بیدار دلی اور ضیاء الٰہی کے ساتھ، مشقت کے ساتھ کرے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۲)

تصوف تصحیح نیت ہے۔

تمام کام شریعت کے ماتحت، نیت خالص اللہ کے لئے، بس یہ طریقت ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۶)

پہلی چیز بزرگوں اور مشائخ کی صحبت

فرمایا: وہ تین چیزیں (یہ ہیں):

ایک صحبت ہے (بزرگوں اور مشائخ کی) جب کہ اپنے آداب وعظمت کے ساتھ ہو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۷)

دوسری اہم چیز حقوق کی ادائیگی

دوسرے اپنے نفس کے حقوق جب کہ حظوظ (یعنی ناجائز خواہش نفس) سے محفوظ ہوں، اور اللہ کے حکم کے ماتحت نگہداشت (حفاظت ونگرانی) ہو۔

تیسری چیز معمولات کی پابندی

تیسرے ذکر کے معمولات جب کہ استقلال اور بیدار دلی اور خالص اللہ کی رضا کے لئے نفس کو مشقت میں ڈالنے کی نیت سے ہوں، نفس قدم بقدم اپنے حظ (حصہ) اور حصہ کی راہ نکالتا رہتا ہے، اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

انبیاء علیہم السلام پر براہ راست اللہ کی جانب سے امر آئے ہیں لیکن مخلوق میں پیش کرنے کی بناء پر ان پر بھی مخلوق کی ظلمت کا اثر ہوتا تھا اس لئے تنہائیوں میں اللہ کے ذکر کے ذریعے اس زنگ وظلمت کو دھوتے تھے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۷)

ذکر بغیر صحبت کے خطرہ سے خالی نہیں

فرمایا: ذکر کے بارے میں تسبیح میں زیادتی کے متعلق اصل یہ ہے کہ بغیر صحبت کے بتلا دینا خطرہ سے خالی نہیں۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۶، ۸۷)

ذکروشغل کے مفید ہونے کی شرط

ذکروشغل میں جب تک کہ صفاتِ رذیلہ کا اخراج نہ ہوگا، نفع نہیں ہوسکتا، اس کا طریقہ مسلمان کے ساتھ محبت والفت ہے، پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرآن پاک کی محبت ہوجائے گی جب یہ ہوگیا تو سب کچھ ہوگیا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص۱۰۴)

تصوف وسلوک کا حاصل

اس راہ میں اصول کی پابندی کی اہمیت

فرمایا: قرآن وحدیث میں بڑی اہمیت کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ دین ''یسر'' ہے، یعنی وہ سراسر سہولت اور آسانی ہے، لہٰذا جو چیزیں دین میں جس درجہ ضروری ہوگی وہ اسی درجہ میں سہل اور آسان ہونی چاہئے، پس تصحیح نیت اور اخلاص للہ چونکہ دین میں نہایت ضروری ہے بلکہ وہی سارے امور دین کی روح ہے، اس لئے وہ بے حد سہل ہے، اور یہی ''اخلاص للہ'' چونکہ سارے ''سلوک'' اور ''طریق'' کا حاصل ہے اس لئے معلوم ہوا کہ سلوک بھی بہت آسان چیز ہے، مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ہر چیز اپنے اصول اور اپنے طریقہ سے سہل ہوتی ہے، غلط طریقہ سے تو آسان سے آسان کام بھی دشوار ہوجاتا ہے، اب لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ اصول کی پابندی کو مشکل سمجھتے ہیں اور اس سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ دنیا میں کوئی معمولی سے معمولی کام بھی اصول کی پابندی اور مناسب طریق کار اختیار کئے بغیر انجام نہیں پاتا، جہاز، کشتی، ریل موٹر سب اصول ہی سے چلتے ہیں، حتیٰ کہ ہنڈیا روٹی تک بھی اصول ہی سے پکتی ہے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵ ملفوظ:۲)

بیعت کرتے وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک معمول

فرمایا: حضرتؒ نے فرمایا میں بیعت کے وقت اللہ کے حکموں کو اس طرح بتلایا کرتا ہوں کہ جو اللہ کی ذات سے چلے ہوئے ہیں اور صفات میں رنگے ہوئے ہیں، اور آسمان کی برکت لئے ہوئے ہیں اور پھر کسی ذات سے پہنچے ہوئے ہیں۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۹)

فائدہ: بیعت ایک مسنون عمل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف موقعوں پر بیعت کرنا ثابت ہے، اور اس کی مختلف قسمیں ہیں، مثلاً بیعتِ اسلام، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ امارت وحکومت، بیعتِ اعمال وتصوف ان ساری بیعتوں کا شریعت سے ثبوت ہے، آخری قسم یعنی بیعت اعمال جو صوفیاء اور مشائخ کے یہاں معمول بہا ہے، حدیثوں سے ثابت ہے، مسلم شریف کی کتاب الزکوٰۃ میں نیز نسائی وغیرہ میں روایت موجود ہے، آپ نے بعض اجلۂ صحابہ کو بیعت فرمایا اور اس میں چند مخصوص اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا عہد لیا۔ (مسلم شریف، کتاب الزکوۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے القول الجمیل میں اس کو مسنون قرار دیا ہے، صوفیاء اور مشائخ کے یہاں یہ تزکیہ نفس کی پہلی منزل اور پہلا قدم سمجھا جاتا ہے، تزکیہ وبیعت یہ اعمال نبوت میں سے ہے، اس بیعت کے لئے بھی خاص صلاحیت اور بزرگوں کے اعتماد کی ضرورت ہے، ہر شخص کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ اہم کام بھی نبیوں والا کام ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کو مبعوث فرمایا: يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِم، اس کے لئے بڑی صلاحیت اور قابلیت کی ضرورت ہے جو بڑے مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں جب لوگوں کو بیعت

کرتا ہوں تو منجملہ دیگر عہدوں کے اس بات کا بھی عہد لیتا ہوں کہ اللہ کے احکام کا یعنی ہر وقت مسائل واحکام کا خاص لحاظ رکھنا، کیونکہ یہ احکام وہ ہیں جو اللہ کی ذات سے چلے ہوئے یعنی بذریعہ وحی اللہ نے ان احکام کو نازل فرمایا ہے، اس کی صفات میں رنگے ہوئے ہیں، آسمان کی برکات لئے ہوئے ہیں، ان احکام شرعیہ کو معمولی مت سمجھو، ایک تو آسمان کی برکت لئے ہوئے ہیں، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، اس لئے ان احکام ومسائل میں خیر ہی خیر ہے۔

حضرت فرمارہے ہیں کہ میں بیعت میں اپنے مریدوں سے اس کا بھی عہد لیتا ہوں کہ احکام شرعیہ کی اہمیت سمجھو، اس کو سیکھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔

وہ مطلوبہ صفات جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

فرمایا: ذکر، مراقبہ، فکر، خشیت، ایمان، احسان، عمل، احکام، علوم

صوفیوں کے یہاں اس کو صفت احسان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دھیان کرتے ہوئے اس کا حکم ادا کیا جائے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۸)

فائدہ: ہر انسان سے تین چیزوں کا مطالبہ ہے، ایمان، اسلام، احسان، ایمان کہتے ہیں دل سے ماننے کو یعنی توحید ورسالت اور ملائکہ ورسل اور آسمانی کتابوں اور یوم آخرت، جنت، دوزخ پر ایمان لانے اور دل سے تسلیم کرنے کو، اور اسلام کہتے ہیں جسمانی اعضاء سے ان احکام پر عمل کرنے کو جن کو شریعت نے مطالبہ کیا ہے، اور احسان کہتے ہیں تمام کاموں کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے کرنے کو، ایمان کا تعلق دل سے ہے، اسلام کا تعلق اعضاء سے، اور احسان کا تعلق للّٰہیت یعنی اخلاص

سے کہ اللہ تعالیٰ مستحضر رکھنے کے ساتھ سارے کام انجام دئے جائیں، حدیث جبرئیل میں ان تینوں باتوں کی تفصیل موجود ہے، صفت احسان کو تصوف سے بھی تعبیر کرتے ہیں، ایمان واسلام میں کمال پیدا کرنے کی تو بہت لوگ محنت کرتے ہیں، لیکن صفت احسان، جس کو تصوف بھی کہتے ہیں اس کی طرف بہت کم لوگوں کو توجہ ہوتی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تمام لوگوں کو خصوصاً تبلیغی احباب کو اسی صفت احسان کی طرف توجہ دلائی ہے، جس کے لئے ذکر، فکر، مراقبہ، خشیت، احکام شرعیہ پر عمل کرنا لازم ہے، جس کا طریقہ مشائخ دین اور بزرگوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ہمارا عمل کامل اور قابل قبول کب بن سکتا ہے؟

رذائل کی اصلاح علم کے بغیر نہیں ہوسکتی

فرمایا: کسل (سستی) نہ ہو، یہ جہد، شوق، محنت سے ہوگا۔
غرض نہ ہو، صحیح نیت سے ہوگا۔
موافق شریعت ہو، یہ صحیح علم سے ہوگا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۰۶)

فائدہ: حضرتؒ نے تین باطنی مہلک امراض اور ان کے علاج کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اعمال میں کاہلی وسستی نہ ہو بلکہ پوری رغبت وشوق اور نشاط کے ساتھ نیک اعمال ادا ہوتے رہیں، یہ بات پیدا ہوگی محنت کرنے سے یعنی اپنے اختیار سے مشقت برداشت کر کے عمل شروع کرنے اور بتکلف شوق کو ظاہر کرنے سے رفتہ رفتہ کاہلی وسستی بھی ختم ہوجائے گی، اس کے باوجود جو طبعی کاہلی وسستی باقی رہے گی تو وہ تو ہر ایک کے ساتھ ہوتی ہے، بزرگان دین اولیاء کرام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں،

لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں، اس کاہلی سستی کے باوجود نفس پر مشقت ڈال کر عمل کرنے میں ثواب بھی زیادہ ہے۔

دوسری اہم بات یہ کہ ہمارے اعمال میں کوئی غرض فاسد نہ ہو، یعنی مخلوق کو دکھانے کے لئے یا دنیاوی مفاد حاصل کرنے اور اپنی شہرت کے لئے یا بڑائی کے لئے کوئی عمل نہ ہو ورنہ وہ عمل برباد ہو جائے گا، اور یہ بات پیدا ہوگی حسن نیت سے، یعنی کسی عمل کے شروع کرنے سے پہلے اپنی نیت کا جائزہ لے لے، دل کو ٹٹولے کہ میں یہ کام کیوں کر رہا ہوں، صرف اللہ کی رضا اور اتباع شریعت کی نیت کو باقی رکھے، باقی خیالات کو دل سے نکال دے۔

تیسری چیز یہ کہ وہ عمل شریعت کے مطابق ہو، ورنہ وہ عمل عند اللہ مقبول نہیں ہوسکتا اور یہ بات کہ ہمارا عمل شریعت کے مطابق ہو علم صحیح کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، خواہ علماء حق سے پوچھ کر یا معتبر کتابوں سے مطالعہ کے ذریعہ، یہ بہت ضروری ہے۔

اللہ کیسے ملے گا؟ تصوف کا حاصل

فرمایا: خداتعالیٰ کی ذات کی لطافت کا کیا شمار ہے، لطیف چیز لطیف سے ملتی ہے، اس واسطے آپ کو رذائل سے (یعنی باطنی امراض اور گناہوں سے اپنے کو) پاک وصاف کرنا چاہیے، یعنی دل کو حسد، بغض، کینہ، کبر، عجب، وغیرہ سے پاک کرنا چاہیے۔

فرمایا: دعاء، تزکیہ، تخلیہ، پھر نیت، (یہ تصوف کا خلاصہ ہے)۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۶۴، ۶۵)

نفس سے لڑنا سیکھو

فرمایا: نفس سے لڑنا سیکھو۔
نفس کے واسطے غصہ کرنے سے بچو، بلکہ غصہ اللہ کے واسطے کرو۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۲۲)

فائدہ :حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے متعلقین اور تبلیغ سے منسلک حضرات کو ایک ایسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا تعلق تصوف یعنی اصلاح باطن اور تزکیہ نفس سے ہے، اور تزکیہ نفس بھی نبی کی بعثت کے مقاصد میں سے ہے اور نبیوں والا کام ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ طاعات اور معاصی دو طرح کے ہیں ظاہری اور باطنی، ظاہری طاعت کو کرنا اور اسی طرح ظاہری معاصی سے بچنا تو آسان ہوتا ہے، لیکن باطنی طاعات کو کرنا اور باطنی گناہوں سے بچنے کی طرف بسا اوقات آدمی کا ذہن نہیں جاتا، باطنی معصیت میں مبتلا ہونے کے باوجود اس کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم کس معصیت میں مبتلا ہیں بلکہ حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے کبھی باطنی معصیت کو طاعت اور طاعت کو معصیت سمجھ بیٹھتا ہے، کبھی کسی عمدہ خصلت کو بری خصلت اور شر سمجھ کر مایوس ہونے لگتا ہے، خود صحابہ کرام کو ایسے حالات کثرت سے پیش آئے، ایک صحابی سے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے اندر زمانۂ جاہلیت کی خصلت ہے، ان صحابی کو تعجب ہوا کہ میرے اندر اور اس بڑھاپے میں؟......

اس طرح کے حالات ہر ایک کی زندگی میں پیش آسکتے ہیں، ایسے موقع پر ضرورت ہوتی ہے کسی شیخ کی رہبری حاصل کرنے کی، یہی حاصل ہے تصوف کا اور یہی مقصد ہے پیری مریدی کا، کہ مرید اپنے حالات شیخ سے عرض کرتا ہے اور شیخ حالات سُن کر صحیح رہنمائی کرتا ہے، مثلاً گھر میں بیوی سے تکرار ہوئی، غصہ گرمی کی

نوبت آئی، تو اب یہ غصہ تمہارا کس حد تک درست ہے، یہ اللہ واسطے ہے یا نفس کے لئے، اپنا نفس تو تاویل کرکے یہی کہے گا کہ سب اللہ کے لئے ہے، لیکن شیخ کامل دکھتی رگ پکڑے گا اور اس کی اصلاح کرے گا۔

خانقاہوں سے مبلّغ تیار ہوتے ہیں

دعوت وتبلیغ کی حقیقت اور اس کا وسیع مفہوم

فرمایا: بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے محدثین آتے تھے، انہوں نے ان کو مبلغ بنایا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۴)

بابا فرید گنج شکرؒ کے یہاں چار سو مبلغ رہتے تھے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۶)

فائدہ: بابا فرید گنج شکرؒ بڑے پایہ کے صوفی اور بزرگ گذرے ہیں ان کی خانقاہ میں بڑی تعداد میں طالبین ومسترشدین اپنی اصلاح کے لئے رہتے تھے، کبار اہل علم اور فقہاء ومحدثین بھی ان سے استفادہ کے لئے آتے تھے، آپ ان کو باطنی فیوض پہنچاتے، ان کی اصلاح کرتے اور دعوت وتبلیغ کے لئے ان کو تیار کرتے۔

لیکن ان کی خانقاہ میں تیار ہونے والے مبلغین (جن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مبلغ فرمارہے ہیں) سب ایک ہی نوع کی دعوت وتبلیغ میں نہ لگتے تھے، نہ ان کی دعوت وتبلیغ کا وہ انداز تھا جو آج کل مروجہ دعوت وتبلیغ کا طریقہ ہے، تین دن، چلّہ، چار ماہ، سال وغیرہ کی تشکیل وترتیب یہ سب بھی درست اور صحیح ہے، لیکن شریعت نے چونکہ دعوت وتبلیغ اور جہاد کے طریقوں میں کسی خاص طریقہ کی تعیین

نہیں کی بلکہ حالات کے اعتبار سے بندوں کو اختیار دیا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں دعوت وتبلیغ کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں، جن میں تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ بابا فرید گنج شکرؒ کے یہاں مبلّغ تیار ہوتے تھے، چار سو مبلغ رہتے تھے، اس سے مراد یہی ہے کہ اُن میں ہر قسم کے داعی ومبلّغ ہوتے تھے، درس دینے والے علماء خانقاہوں میں بیٹھ کر تزکیہ کرنے والے مشائخ اور صوفیاء یہ سب داعی ہیں کیونکہ نبیوں والے کام میں لگے ہیں اور نبی کے پیغام کو عام کر رہے ہیں۔

قبض وبسط کا مطلب جس کے بغیر آدمی کمال تک نہیں پہونچ سکتا

فرمایا: جو شروع میں ہی قبض وبسط کے نظر انداز کرنے کا عادی نہ ہوگیا ہو وہ پھسلے بغیر نہ رہے گا۔

فرمایا: قبض وبسط درجۂ کمال تک کے لئے انسان کے لئے لازمی ہیں، بسا اوقات مقاصد کے پورا ہونے پر طبیعت گھبراتی ہے، اور بسا اوقات پورا نہ ہونے پر کھلتی ہے۔

فائدہ: قبض وبسط بزرگوں اور صوفیوں کی اصطلاح ہے، بسط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باطنی طور پر آدمی کی طبیعت پورے طور پر منشرح اور کھلی ہوئی ہو، عبادات اور دین کے تمام کاموں میں ذوق وشوق ہو، پوری رغبت اور خوش دلی سے کام کرنے پر طبیعت آمادہ ہو، گناہوں سے نفرت اور دوری ہو، ذکر، تلاوت عبادت میں خوب جی لگتا ہو اس کو حالت بسط کہتے ہیں، قبض کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے، جس میں ذکر تلاوت عبادت میں جی نہیں لگتا، دین کے دوسرے کاموں سے بھی دل اچاٹ ہوجاتا ہے، کسی نیک کام کے کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، طبیعت میں

بجائے انشراح کے تنگی اور گھٹن محسوس ہوتی ہے حتیٰ کہ بسا اوقات آدمی مایوس ہوکر اپنے کونکما، ناکارہ، گمراہ، راندۂ درگاہ اور مردود سمجھنے لگتا ہے، ایسی حالت میں بعض لوگوں نے خودکشی تک کرلی ہے، قبض وبسط کی حالت کم وبیش تقریباً ہر ایک کو پیش آتی ہے، ایسے وقت میں خاص طور پر ضرورت ہوتی ہے کسی سچے مخلص رہبر اور شیخ کامل کی، وہ قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتا، اور راہ اعتدال پر ثابت قدمی کی تدبیر بتلاتا ہے، ورنہ بہت سے لوگ بہک جاتے اور شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ یہ احوال ہر ایک کو پیش آتے ہیں اور درجۂ کمال تک پہونچنے کے لئے ان احوال اور ان گھاٹیوں سے گذرنا ضروری ہے، تمام بزرگوں کو ایسے حالات پیش آتے ہیں، سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ابتداء میں ایسے حالات پیش آئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی فرمائی، آج بھی یہ حالات دینداروں کو پیش آتے اور آسکتے ہیں ایسے موقع پر شیخ کامل اور کسی رہبر سے رہنمائی حاصل کرنا چاہئے، اور اللہ سے دعاء کرنا چاہئے، اور جن لوگوں کو ایسے احوال ہی پیش نہ آئیں تو وہ یہی سمجھیں کہ درجہ کمال تک پہنچنے کی منزل پر ابھی انہوں نے قدم ہی نہیں رکھا، کیونکہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے فرمان کے مطابق کمال تک پہونچنے کے لئے کم وبیش یہ احوال پیش آنا عادۃً ضروری ہیں۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اللہ اپنے خاص بندوں کو محض اپنے فضل سے بغیر قبض کے محض حالت بسط سے درجہ کمال تک پہونچادے لیکن ایسا کم ہوتا ہے، سنت اللہ یہی ہے کہ ہر ایک کو ایسے حالات پیش آتے ہیں، بزرگوں اور اولیاء کی سیرت اور تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے، واللہ اعلم۔

اس راہ میں قبض وبسط کی حالتیں ضرور پیش آئیں گی

قبض وبسط کی حقیقت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

(دینی کام اور عبادات میں) کبھی جی لگنا یا نہ لگنا صوفیاء کے یہاں قبض وبسط کہلاتا ہے، ہر چیز اپنی اپنی لائن میں اتنی بڑھتی ہے کہ جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔

قبض کی لائن پھر مصائب ہیں اور مکروہات اور خلاف طبع واقعات ہیں، (یعنی حالت قبض میں طبعی ناگواریاں اور مختلف قسم کی مشقتیں محسوس ہوتی ہیں) اور بسط کی لائن میں مخلوقات خداوندیہ کی تسخیر اور کثرت ہے (یعنی مخلوق کا رجوع ہونا اور طبیعت کا خوش ہونا وغیر ذلک) اور یہ دونوں حالتیں امتحان کے لئے ہیں، ہر ایک دونوں رخ رکھتی ہے، حق تعالیٰ کی رضا کا بھی اور لعنت کا بھی، جو شروع ہی سے قبض وبسط دونوں کی لائنوں کے نظر انداز کرنے کا عادی نہ ہو گیا وہ کبھی نہ کبھی پھسلے بغیر نہ رہے گا، جب تک آدمی عالم امکان میں (یعنی اس دنیا میں) ہے یہ دونوں چیزیں (ہر مومن اور ہر کام کرنے والے کو) ضرور پیش آویں گی۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۸۹، جمع کردہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حالت قبض وبسط کی تشریح

ہر انسان کو ان دونوں حالتوں سے سابقہ پڑتا ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترقی کا مدار جیسا سانس کے اندر رکھا ہے تم دیکھ رہے

ہو کہ ایک (سانس) اندر جاتا اور ایک باہر آتا ہے، ان دونوں سانسوں کی طرح کبھی انسان جو چاہ رہا ہے اس کے پورا ہونے اور کبھی اس کے اندر کی رکاوٹوں میں ترقی رکھی ہے، جوں جوں اللہ کے ہر حکم میں اللہ کی عظمت پر نظر رکھنے کی عادت کو اتنا بڑھالیا جائے کہ اس کی عظمت کا دھیان اپنے مقاصد کے پورا ہونے اور نہ ہونے کے تاثرات پر غالب ہوجائے، (یعنی ہر حال میں اللہ کے فیصلہ پر راضی اور خوش ہو) اسی میں انسان کا کمال ہے۔

جی کا لگنا اور جی کا گھبرانا پہلا ''بسط'' ہے اور دوسرا قبض ہے، یہ انسان کے لئے سانس کی طرح لازم ہیں، درجۂ نبوت تک یہ انسان کے لئے لازمی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں چیز مقاصد کے پورا ہونے اور نہ ہونے پر منحصر نہیں ہیں، بسا اوقات مقاصد کے پورے ہونے پر طبیعت گھبراتی ہے، اور بسا اوقات مقاصد کے پورے ہونے پر طبیعت کھلی رہتی ہے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۴)

تقویٰ کی حقیقت

فرمایا: خواہشات نفسانیہ سے رکنے کی طاقت کا نام تقویٰ ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۱۰۲)

فائدہ: تقویٰ کہتے ہیں ڈرنے اور بچنے کو یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اسی ڈر کی وجہ سے ناجائز خواہشات اور تمام قسم کے منکرات ومعاصی اور فواحش سے بچنا، بس اسی کا نام تقویٰ ہے، حق تعالیٰ کا فرمان ہے: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ، فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى. (پ۳۰، نازعات)

جو شخص اپنے رب کے پاس (قیامت میں جوابدہی کے خیال سے) ڈرا اور (اسی ڈر کی وجہ سے) نفس کو (ناجائز) خواہشات سے روکا تو ایسے شخص کا ٹھکانا جنت ہے۔

تقویٰ ایسی حقیقت ہے کہ قرآن پاک میں جابجا اس کی تاکید کی گئی ہے، فرمایا گیا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه ، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، یعنی تقویٰ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع وعریض جنت کا تذکرہ کرکے اخیر میں فرمایا ''اُعِدَّت لِلْمُتَّقِیْنَ '' یہ جنت تقویٰ والوں کے لئے تیار کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے، تقوی صرف طاعات وعبادات اور معروفات پر عمل کر لینے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تمام قسم کے منکرات و معاصی اور گناہوں سے بچنا ہی اصل تقوی ہے۔

عمل صالح کے ساتھ صحبت صالح کی بھی ضرورت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

عمل بلا صحبت اور صحبت بلا عمل خطرہ سے خالی نہیں ہوتی، اور ہر ایک کے الگ الگ اصول ہیں، بلا اصول کے بھی خطرہ سے خالی نہیں، میرے عزیز! جو کچھ کر رہے ہو بہت غنیمت ہے مگر نہایت عظمت کے ساتھ، پاس آکر رہنے کی بھی ضرورت ہے۔

آنے سے پہلے (یعنی صحبت میں رہنے سے پہلے) آداب صحبت سے واقف ہونا بہت ضروری ہے، کوئی چیز بلا آداب کے مفید نہیں ہو سکتی، آداب کے معنیٰ اصول کے ہیں۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۸۹)

بزرگوں اور علماء کی صحبت کی اہمیت

فرمایا: جس اللہ نے تمہارے لئے فرائض کے اندر اپنی رحمت اور رجا (اُمید) رکھی ہے، بھلا پھر اس کے بغیر چارہ ہی کیسے ہو سکتا ہے، فرائض کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے، اور ہمت کے بغیر علم کیسے آسکتا ہے، اس واسطے شروع ہی سے ہمت

کی (یعنی ہمت سے علم حاصل کرنے کی) ضرورت ہوتی ہے۔

فرائض کا ادا ہونا صحبت اہل اللہ بذریعہ علم وعمل، احیاء سنت نبویہ، جہد وذکر سب سے پہلا فرض ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۹۳)

صحبت سب سے بڑی چیز ہے، جو علوم صحبت کے ذریعہ سے آئیں گے، وہ ہرگز کتابوں کے ذریعہ سے نہیں آئیں گے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۹۶)

مشائخ اور بزرگوں سے محبت اللہ سے محبت کا ذریعہ ہے

فرمایا: مومن کا قلب ایک بڑی چیز ہے، اس کا اثر آپ ویسا ہی دلوں پر پہنچے گا جیسا کہ برخلاف اس کے کافر کے دل کا خراب اثر اُس کے تعلق رکھنے والے پر پڑتا ہے، اس واسطے بزرگوں سے محبت باعث ہوگی اللہ سے محبت ہونے کا۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۱۰۴)

فائدہ: انسان کا دل اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسروں کے دل کو متاثر بھی کرتا ہے اور دوسروں کے دلوں سے خود متأثر بھی ہوتا ہے، ایک انسان کے قلب کا عکس دوسرے انسان کے قلب پر پڑتا ہے، یہ فطری بات ہے کہ جن کے دلوں میں دنیا کی محبت بھری ہوئی ہے ان کے پاس بیٹھیں گے تو آپ کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آجائے گی، کافروں فاسقوں کے دل گندے اور خراب ہوتے ہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے سے ہمارے بھی دل گندے اور خراب ہوجائیں گے، اللہ والوں، بزرگوں اور مشائخ کے قلوب اللہ تعالیٰ کی محبت سے منور ہوتے ہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے محبت وتعلق رکھنے کے نتیجہ میں آپ کے دل بھی اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ومنور ہوجائیں گے، اسی واسطے اہل اللہ سے تعلق رکھنے، محبت کرنے اور ان کی صحبت

میں رہنے کی بڑی اہمیت ہے، قرآن وحدیث میں مختلف موقعوں میں اس کا حکم دیا گیا ہے، اسی کی ہدایت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بھی فرمارہے ہیں۔

تصوف کی کتابیں بھی مطالعہ میں رکھیئے

بزرگوں اور مشائخ کی صحبت میں رہنے کے آداب کا خلاصہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

آداب کے واسطے آپ مولوی .... وغیرہ ذی بصیرت علماء سے کتابیں دریافت کر کے مطالعہ کرتے رہیں، مختصر یہ کہ:

ہیبت اور عظمت اور محبت کے ساتھ چھوٹے سے چھوٹے وہاں کے رہنے والے کے ساتھ محبت رکھتے اور اغراض بچاتے ہوئے، اور صفات حمیدہ پر جو کہ واقعی ہیں ان پر نظر جمائے ہوئے وقت گذارنے کا نام ادب ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۹۴)

تبلیغی حضرات خانقاہوں میں جا کر اصول وآداب کا لحاظ کرتے ہوئے مشائخ سے فیض حاصل کریں

فرمایا: میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصول کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے، خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں، جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی (اطراف) کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے۔

(مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص ۱۲۵)

مال کے علاوہ باطنی قوت اور صلاحیت بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم

اسی سلسلہ میں فرمایا: ''وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ'' کو صرف مال و دولت سے مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی جو قوتیں ہم کو دی ہیں، مثلاً فکر ورائے اور ہاتھ پاؤں یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں اور اللہ کے کاموں میں اور اس کے دین کے لئے ان چیزوں کا استعمال کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵۶ ملفوظ:۱۳۳)

بزرگوں اور مشائخ کی خدمت کس نیت سے کرنی چاہئے

فرمایا: شیخ کی خدمت اس لئے اور اس نیت اور ارادہ سے کرنی چاہئے کہ اس کے ذریعہ عادت اور مشق ہوجائے اللہ کے بندوں کی خدمت کی۔

پھر فرمایا: نیت کے ساتھ عباد مومنین کی خدمت، سیڑھی ہے عبدیت کی (یعنی اللہ کے نیک بندوں کی خدمت سے حق تعالیٰ عبدیت یعنی تواضع کی صفت پیدا کردیتا ہے)۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵۷ ملفوظ:۱۸۸)

کمال محبت اور کمال مناسبت کی علامت

فرمایا: حقیقی محبت کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ محبّ اور محبوب کے جذبات اور خواہشات تک میں کامل اتحاد ہوجاتا ہے، میرے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا یہ حال تھا کہ باوجودیکہ وہ خانقاہ سے دور رہتے تھے لیکن بارہا ایسا ہوتا کہ اچانک ان کے دل میں خانقاہ جانے کا تقاضا پیدا ہوتا اور وہ فوراً چل دیتے اور جب دروازہ

کھولتے تو حضرت گنگوہیؒ کو انتظار میں بیٹھا پاتے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جب کسی بندہ کو سچی محبت ہوجاتی ہے تو پھر یہی معاملہ اللہ پاک کے ساتھ ہوجاتا ہے کہ اس کی مرضیات بندہ کی مرضیات ہوجاتی ہیں اور جو باتیں اللہ کو ناپسند ہوتی ہیں بندہ کو بھی ان سے نفرت ہوجاتی ہے، اوراس محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ ہے اسوۂ محمدی کا اتباع (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِی يُحْبِبْكُمُ اللّٰه)۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۶ ملفوظ:۲۰۵)

خلوت میں رہنے کی ضرورت اوراحکام شرعیہ کی اہمیت

فرمایا : اپنی قوت فکریہ کو تخلیہ میں بڑھادے، اللہ تعالیٰ کی عظمت اوامر کے اندر ہے۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص۵۵)

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر غور وفکر اور تدبر کی صلاحیت رکھی، اسی صلاحیت کا نام قوت فکریہ ہے، اور یہی وہ قوت فکریہ جس کے ذریعہ فکری عبادت ادا کی جاسکتی ہے جس کا تذکرہ ماقبل میں گذر چکا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر سال کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے، اس قوت فکریہ میں جلاء اور باطن میں صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟ یوں تو ہر انسان میں کسی نہ کسی درجہ میں قوت فکریہ ہوتی ہے، لیکن اس قوت فکریہ کا رخ بھی صحیح ہو اور صحیح غور وفکر اور تدبر کی صلاحیت پیدا ہوجائے، باطن منور اور روشن ہوجائے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ یہ قوت فکریہ خلوت اور تنہائی میں رہنے سے بڑھتی ہے، اپنی حیثیت اور گنجائش کے مطابق اپنے مشائخ کے مشورہ سے ہر شخص اور ہر داعی پر لازم ہے کچھ دیر خلوت اور تنہائی میں گذارے، جس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے، مراقبہ کرے، انبیاء علیہم السلام نے بھی اس کا اہتمام فرمایا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا

گیا: وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً. (پ۲۹،سورہ مزمل)

ترجمہ: اورسب سے قطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہو۔

جتنے بھی علماء ومشائخ اور صوفیاء مصلحین ومجددین گذرے ہیں سب کے معمولات میں یہ بات شامل رہی ہے، اس کے بغیر باطن میں قوت نہیں پیدا ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کرنے سے پہلے ایک عرصہ تک اسی مرحلہ سے گذارا گیا، چنانچہ آپ کے غارِ حراء میں خلوت میں جانے اور وقت گذارنے کا قصہ معروف ومشہور ہے، اس لئے تمام داعیوں اور مبلغوں کو بھی اس کا اہتمام ہونا چاہئے، اس کے بغیر قوت فکر یہ میں جلاء نہیں پیدا ہوتا، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی بھر ایک وقت میں خلوت میں رہنے کا معمول رہا ہے۔

دوسری اہم بات حضرتؒ نے ارشاد فرمائی ہے حق تعالیٰ کی عظمت اور اس کے اوامر کے تعلق سے، اوامر سے مراد ہیں احکام شرعیہ، مسائل فقہیہ، حضرتؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب خلوت میں وقت گذاروگے، تخلیہ میں رہ کر اپنے باطن کو روشن کروگے تو تمہارے قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت پیدا ہوگی، پھر حق تعالیٰ کی عظمت کی حقیقت کو بیان فرمایا کہ اس کی عظمت صرف یہ نہیں کہ اس کی ذات اور اس کی قدرت پر کامل یقین کرلیا جائے بس کافی ہے، حضرت کے فرمان کے مطابق عظمت کا تعلق اوامر الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے جن کو فقہی مسائل اور فتاویٰ سے تعبیر کرتے ہیں، جس شخص کے اندر احکام شرعیہ اور مسائل کی جس درجہ عظمت ووقعت اور اس کے مطابق عمل کرنے کا اہتمام ہوگا سمجھ لو کہ اس کے اندر اسی کے بقدر اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے، اگر کوئی شخص ہزار عظمت اور بڑائی کے دعوے کرے، بڑے بول بولے لیکن آمر کے اوامر اور اس کے احکام کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھے اس کا اہتمام نہ

کرے تو سمجھ لو کہ اس کا قلب عظمت ومحبت سے خالی ہے، اس کو عظمت کا دھوکہ ہے شیطان نے اس کو بہکا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

فکر اور مراقبہ کی حقیقت اور اس کے کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

فکر کوئی بڑی چیز نہیں ہے، تنہائیوں میں بیٹھ کر اپنے نفس سے یہ کہنا کہ قطعاً یہ چیز اللہ کو راضی کرنے والی ہے اور موت جو یقیناً ایک آنے والا وقت ہے تیری نفسانی زندگی کو قطعاً درست کرنے والا ہے۔

اور اَلـدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ (یعنی نیک کام کی رہنمائی کرنے والا اور اس کا ذریعہ بننے والا بھی اس نیک کام کے کرنے والے کے حکم میں ہے) کو سچ سمجھ کر اس نکلنے کی وجہ سے جتنی نیکیاں وجود میں آئیں، یا آسکنے والی ہوں ان سب کو جمع کر کے اللہ کی خوشنودی کو اس کے ساتھ وابستہ ہونے پر نفس کو خطاب کر کے بتکلف یقین کرنا، بس اسی کا نام فکر ہے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۹ مکتوب۲)

تکبر ایک مہلک مرض ہے، متکبر جنت میں نہیں جائے گا

فرمایا: جنت متواضعین ہی کے لئے ہے، انسان میں اگر کبر کا کوئی حصہ ہے تو پہلے اس کو جہنم میں ڈال کر پھونکا جائے گا جب خالص تواضع رہ جائے گا تب وہ جنت میں بھیجا جائے گا، بہر حال کبر کے ساتھ کوئی آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۷۲ ملفوظ:۷۹)

صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کسی شیخ کی زیر نگرانی میں کیجئے

فرمایا: ہمارے بزرگوں نے غیر سالکین کو صوفیاء کی کتابوں کے مطالعہ سے منع کیا ہے، ہاں جو سالک کسی محقق شیخ کے زیر تربیت ہو وہ مطالعہ کرے تو مضائقہ نہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۷۴ ملفوظ: ۸۰)

فائدہ: سالک کہتے ہیں ایسے شخص کو جس نے اپنے نفس کے تزکیہ کے لئے تصوف میں قدم رکھا ہو، بالفاظ دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے ساتھ احسان کو حاصل کرنے کی بھی ترغیب دی ہے، اور صفت احسان سے متصف ہونا اور اس کمال کو حاصل کرنا صوفیاء اور مشائخ کی رہنمائی کے بغیر بہت دشوار ہے، کتابوں میں اگرچہ سب کچھ لکھا ہے، لیکن جس طرح ایک مریض اپنے مرض کا علاج محض ڈاکٹری کی کتابوں کو دیکھ کر نہیں کرسکتا بلکہ ماہر معالج کے علاج کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں اور رذائل کو دور کرنے اور باطنی محاسن سے آراستہ کرنے میں ازخود صرف کتابوں کا مطالعہ کافی نہیں ہوتا بلکہ کسی شیخ ومرشد کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، کتابوں کا مطالعہ بھی اس کی ماتحتی اور زیر نگرانی میں ہو تو مفید ہوتا ہے، ورنہ ازخود مطالعہ کرنے میں کبھی نقصان بھی ہوجاتا ہے، اسی لئے بزرگوں نے صوفیاء کی کتابوں کے مطالعہ کو عمومی طور منع کیا ہے اور یہ ہدایت کی ہے کہ بزرگوں اور مشائخ کے واسطے اور ان کے مشورے ہی سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی اسی کی ہدایت فرمائی ہے۔

اصلاح کے لئے ایک مفید مراقبہ

فرمایا: انسان کا قیام زمین کے اوپر بہت کم ہے (یعنی زیادہ سے زیادہ عمر طبعی کی مقدار) اور زمین کے نیچے اس کو اس سے بہت زیادہ قیام کرنا ہے، یا یوں سمجھو

کہ دنیا میں تمہارا قیام ہے، بہت مختصر، اور اس کے بعد جن جن مقامات پر ٹھہرنا ہے مثلاً مرنے کے بعد نفخۂ اولیٰ تک قبر میں، اس کے بعد نفخۂ ثانیہ تک اس حالت میں جس کو اللہ ہی جانتا ہے، (اور یہ مدت بھی ہزار ہا برس ہوگی) اور پھر ہزار ہا برس ہی عرصۂ محشر میں، اس کے بعد ہر منزل اور مقام کا قیام، دنیا سے سینکڑوں ہی گنا زیادہ ہوتا ہے، پھر انسان کی کیسی غفلت ہے کہ دنیا کے چند روزہ قیام کے لئے وہ جتنا کچھ کرتا ہے ان دوسرے مقامات کے لئے اتنا بھی نہیں کرتا۔　(ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص۶ ملفوظ:۱۸)

مراقبۂ موت، ذکر، ان کی مداومت (پابندی) سے غفلت دور ہوگی بیداری پیدا ہوگی، خدمتِ خلق اپنے اوپر لازم کرے، اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھے۔　(ارشادات ومکتوبات ۱۰۵)

اصحاب دعوت وتبلیغ کے لئے خانقاہ اور مشائخ سے متعلق پندرہ ہدایتوں پر مشتمل مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اہم مکتوب

میرے دوستو! اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماویں، اور توفیق مزید عطا فرماویں، میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ذکر بارہ تسبیحات، بیعت اور خانقاہ سے متعلق چند ہدایتیں

(۱) اپنے اپنے علاقہ کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث (حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں؟

(۲) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں۔

(۳) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں، ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہو۔

(۴) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کر دو۔

(۵) نمبر اول سے مراد یہ ہے کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں، وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں، اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے، یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کر دیا ہے، ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبر وار تفصیل لکھو۔

(٦) اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

(۷) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور (خانقاہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی خدمت میں) جا کر گذاریں۔

(۸) حضرت تھانویؒ کے لیے ایصال ثواب کا بہت اہتمام کیا جاوے، ہر طرح کی خیر سے ان کو ثواب پہنچایا جائے، کثرت سے قرآن شریف ختم کرائے جاویں، یہ ضروری نہیں کہ سب اکٹھے ہو کر ہی پڑھیں، بلکہ ہر ہر شخص کا تنہائی میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، تبلیغ میں نکلنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اس لیے اس صورت سے زیادہ پہنچاؤ۔

(۹) حضرت تھانویؒ سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے، ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آئے گا، اور ان کے آدمیوں سے عمل۔ اس وقت یہ چند ضروری باتیں عرض کر دیں، آئندہ تمہاری کارگزاری آنے پر جو چیزیں بندہ کے نزدیک ضروری ہوں گی ان شاء اللہ عرض کرتا رہوں گا۔

تبلیغ میں نکلنے کا مقصد تین چیزوں کو زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ

(۱۰) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ۔ یعنی تبلیغ کے لیے باہر نکالنا اوران کو ذکر وتعلیم کا پابند کریں۔

(۱۱) پرانے آدمیوں کو خصوصاً جو میرے بھائی کے ملنے والے ہیں، ان کو اہتمام سے اس کام میں اپنے ساتھ لگانے میں خصوصی کوشش کریں۔

(۱۲) اپنے اوقات کی قدر کریں اور لایعنی سے خود بھی بچیں، اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دیں، تمہارا عمل دوسروں کے لیے نمونہ ہوگا۔

(۱۳) شیطان کی کامیابی دو چیزوں میں لگا دینا ہے اول لایعنی دوسرے اپنی راحت وآرام کے فکر میں پڑ جانا۔

(۱۴) اپنی کارگذاری کے ساتھ شیخ الحدیث صاحب کو اس کا شکریہ بھی لکھو کہ تمہارا گھروں سے مکارہ کو برداشت کرتے ہوئے نکلنا محض آپ کی توجہ ہی کی برکت سے ہوا ہے۔ ہمارے تغافل سے جو آپ کو تکلیف پہنچی ہے اس کی معافی کے خواستگار ہیں ''وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ'' میں سے نہ بنیں، بلکہ اپنے ناصحین کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنے والوں میں سے بنیں۔

(۱۵) سب سے زیادہ ضروری ان غلطیوں پر ندامت جس قدر بھی زیادہ ہوگی اس کے بقدر تم ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ'' کے ماتحت اس کے محبوب ہوجاؤ گے، اور آخر شبوں اور فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کا بہت زیادہ اس کام کے فروغ کے لیے اہتمام کیا جائے، دعاء تمہاری تمام عبادتوں کا مغز ہے، اس کے فروغ کے لیے یٰسین شریف کا ختم وغیرہ کرا کر اہتمام سے دعا منگواتے رہو۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۳۶ تا ۱۳۹، جمع کردہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ہماری تبلیغ شریعت، طریقت، حقیقت تینوں کی جامع ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ تبلیغ شریعت، طریقت، حقیقت تینوں کو علی الاتم (پورے طور پر) جامع ہے، سو جس نازک زمانہ میں کسی چیز کا ایک تہائی بھی دشوار تر ہو رہا ہو وہ بغیر تعلیم اور بغیر سیکھے اپنے تگنے کے ساتھ ضم ہو کر کیسے کیا جا سکتا ہے۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:٦٦)

فائدہ: شریعت سے مراد احکام ظاہرہ اور طریقت سے مراد احکام باطنہ ہیں، جس کو احکام تصوف وتزکیہ بھی کہتے ہیں، اور ''حقیقت'' تزکیہ وتصوف کے اعلیٰ مقام کو کہتے ہیں، جس میں احکامِ ظاہرہ وباطنہ اپنی پوری حقیقت اور کامل اخلاص اور حضور قلبی کے ساتھ ادا کئے جائیں، جس کو حدیث پاک میں أنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ''دعوت وتبلیغ'' کا کام اگر اسی نہج سے کیا جائے اور ان ہی ہدایات کے مطابق پورے طور پر اس کام کو انجام دیا جائے جس کی مولانا محمد الیاس صاحب نے ہدایتیں دی ہیں، تو بلاشبہ یہ تبلیغ شریعت وطریقت اور حقیقت سب کو جامع ہے، لیکن شرط یہی ہے کہ حضرت مولانا کی جملہ ہدایات وآداب کی رعایت اور پابندی کے ساتھ ہو، جس کی تفصیل اسی کتاب میں مذکور ہے، مثلاً مولاناؒ کی اِس ہدایت کے مطابق عمل بھی ہو کہ تبلیغی احباب علمائے کرام اور مشائخ سے ربط رکھیں، وقتاً فوقتاً خانقاہ میں کچھ وقت گذاریں مشائخ سے پوچھ کر ذکر کی پابندی کریں، علماء سے ربط رکھ کر ضروری باتوں کا علم حاصل کریں، قرّاء سے ربط رکھ کر قرآن پاک صحیح کریں، وغیر ذلک، تو بلاشبہ یہ تبلیغ شریعت وطریقت اور حقیقت سب کو جامع ہوگی۔ (مرتب)

''تبلیغ''شریعت،طریقت حقیقت تینوں کو جامع ہے

ایک مکتوب میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تحریر فرمایا:

''طریقت'' تین چیزوں کے مجموعوں کا ایک نسخہ ہے،سب اقتصار کے ساتھ ہم وزن رہیں (یعنی تینوں چیزیں اعتدال کے ساتھ رہیں) تو مفید پڑتا ہے، ورنہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ وہ تین چیزیں ایک صحبت ہے جب کہ مع اپنے آداب اور عظمت وغیرہ کے ہو، دوسرے اپنے نفس کے حقوق جب کہ حظوظ سے محفوظ ہوں اور اللہ کے حکم کے ماتحت نگہداشت ہو، تیسرے ذکر کے سبب معمولات جب کہ استقلال اور بیدار دلی اور خالص اللہ کی رضا کے لیے نفس کو مشقت میں ڈالنے کی نیت سے ہوں۔

(مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ،ص ۸۶)

فائدہ: دین وشریعت کے بہت سے شعبے ہیں،شریعت وطریقت اور حقیقت سب دین ہی کے شعبے ہیں، دعوت وتبلیغ میں لگنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی شعبوں سے صرف نظر کرلے اوران میں حصہ لینے کی کوشش نہ کرے، حضرت فرمارہے ہیں کہ ہماری تبلیغ سب کو جامع ہے،شریعت وطریقت اور حقیقت سب کو سمیٹے ہوئے ہے، ابتدائی مرحلہ میں شریعت وطریقت اور حقیقت سب کا کچھ کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے یعنی تبلیغ کے ذریعہ سب سے تھوڑی تھوڑی مناسبت ہوجاتی ہے،اب اس کے بعد ضرورت پیش آتی ہے کہ شریعت وطریقت کے ماہرین یعنی علماء ومشائخ سے ربط رکھ کر آگے کے مراحل طے کرے،علماء سے شریعت کے مسائل پوچھے، بزرگوں اور مشائخ سے تزکیہ باطن کے طریقے معلوم کرے اوراس کے مطابق عمل کرے۔

علماء کے تعلق سے عوام کے لئے
مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی
چند نصیحتیں

باب ۷

اکرام علماء ومشائخ

دعوت وتبلیغ میں بنیادی چیز احترام علماء اور عزت مسلم ہے

فرمایا: ہمارے طریقۂ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے، ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنا چاہئے، اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۷ ملفوظ:۵۴)

جن کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ہے ان سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنا ضروری ہے

فرمایا: دین کی نعمت جن وسائط سے ہم تک پہنچی ان کا شکر واعتراف اور ان سے محبت نہ کرنا محرومی ہے،

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ.

(جس نے اپنے محسن لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں، یعنی اپنے محسنین کا شکر ادا کئے بغیر اللہ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا)

اور اسی طرح ان ہی کو اصل کی جگہ سمجھ لینا بھی شرک اور مردودیت کا سبب ہے، وہ تفریط ہے اور یہ افراط ہے، اور صراط مستقیم ان دونوں کے درمیان ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۲۳ ملفوظ:۱۴۸)

فرمایا: اپنے بڑوں سے (یعنی اہل علم سے) دین کو قدر کے ساتھ لو، اور اس

قدر کا مقتضیٰ یہ بھی ہے کہ ان کو اپنا بہت بڑا محسن سمجھو اور پوری طرح ان کی تعظیم وتوقیر کرو، یہی منشاء ہے اس حدیث کا جس میں فرمایا گیا ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ

جس نے اپنے محسن آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۱۹ ملفوظ:۱۴۲)

علماء سے محبت کرنا فرض اور ان کے حقوق ادا کرنا ذریعہ نجات ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بعض اہل علم کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب عالی جیسے مخلص اہل سے ناراضگی تو اپنے لئے انتہائی خسران (ناکامی) ہے اور اس کا تصور بھی اپنے لئے حد سے زیادہ گناہ۔

جناب کی طرف سے کوئی بھی بات تکدر کی بھی تصور میں نہیں آئی اور کیسے آئے؟ آپ حضرات اہل علم کی محبت ہم پر فرض ہے، آپ کے حقوق پہچاننا اور عظمت واحترام اور آپ کے ساتھ تعلق اپنے لئے ذریعہ نجات ہے۔

(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۱۹)

علماء پر اعتراض اور ان سے بدگمانی ہلاکت کا ذریعہ ہے

فرمایا: ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۵۶ ملفوظ:۵۴)

فائدہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

دینی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ علماء کی نصرت کرنا چاہئے اگر چہ وہ بدعمل بھی ہوں، اگر عوام کے قلب سے علماء کی وقعت گئی تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا، کیونکہ پھر وہ سب ہی علماء سے بدگمان ہو کر کسی بات پر دھیان بھی نہ دیں گے۔

(مجالس حکیم الامت ص:۱۳۱)

نیز ارشاد فرمایا: فرمایا جب کوئی عام آدمی علماء پر اعتراض کرتا ہے تو اگر وہ اعتراض صحیح بھی ہو جب بھی یہ جی چاہتا ہے کہ علماء کی نصرت کروں، جو بظاہر عصبیت ہے مگر میری نیت درحقیقت یہ ہوتی ہے کہ عوام علماء سے غیر معتقد نہ ہوں ورنہ ان کے دین وایمان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص:۱۶۶)

نیز فرمایا: علماء کی وقعت عوام کے قلب سے ہرگز کم نہ کرنی چاہئے، میں گوشہ نشینوں سے مدرسین کو افضل سمجھتا ہوں، جو کام میں کر رہا ہوں یعنی تربیت سالکین اگر یہ دوسری جگہ ہوتا تو میں کتابیں پڑھاتا۔ (القول الجلیل ص:۷۹)

علماء کا اعتقاد عوام کے قلب سے نہ نکلنا چاہئے کیونکہ اس اعتقاد کا کم ہو جانا بڑی خطرناک بات ہے، اگر عوام کا عقیدہ علماء سے خراب ہو گیا تو پھر عوام کے لیے کوئی راہ نہیں گمراہ ہو جائیں گے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ چاہے عالم بدعمل ہی کیوں نہ ہو مگر فتویٰ جب دے گا صحیح ہی دے گا۔ (الافاضات الیومیہ ۱/۲۲۳)

علماء ومشائخ اور مفتیوں کی خدمت کی ترغیب

علمی اور تصنیفی کام کرنے والوں کے اجر وثواب میں شرکت کا نسخہ

فرمایا: بزرگوں کی خدمت کا مقصد دراصل یہ ہوتا ہے کہ ان کے جو عمومی اور

معمولی کام دوسرے لوگ انجام دے سکتے ہوں ان کو اپنے ذمہ لے لیں تاکہ ان کے اوقات اور ان کی قوتیں ان بڑے کاموں کے لئے فارغ رہیں جو وہی اکابر انجام دے سکتے ہیں، مثلاً کسی شیخ وقت یا کسی عالم ومفتی کے وہ عمومی کام آپ اپنے ذمہ لے لیں جو آپ کے بس کے ہیں، اور ان کو ان کی طرف سے فارغ اور بے فکر کردیں، تو وہ حضرات دین کے جو بڑے بڑے کام کرتے ہیں (مثلاً اصلاح وارشاد اور درس وافتاء تصنیف وتالیف وغیرہ) تو وہ زیادہ اطمینان اور یکسوئی سے ان کو انجام دے سکیں گے اور اس طرح یہ خدام ان کے بڑے کاموں کے اجر میں حصہ دار ہوجائیں گے، تو دراصل بڑوں کی خدمت ان کے بڑے کاموں میں شریک ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۱۶۶ ملفوظ: ۲۰۴)

علماء کی زیارت وخدمت کس نیت سے کرنا چاہئے

فرمایا: مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے:

(۱) اسلام کی جہت سے، چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے یعنی محض حسبۃً للہ (ثواب کی نیت سے) ملاقات کرے، تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں۔ تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت (بدرجۂ اولیٰ) ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علومِ نبوت ہیں، اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

(۴) ان کی ضروریات کے تفقّد کے لیے، کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقّد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کردیں جن کو اہل اموال پورا

کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم ودین میں خرچ کریں گے، تو اہل اموال کو اُن کے اِن اعمال کا ثواب ملے گا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۴ ملفوظ نمبر۵۲)

علماء کی مالی خدمت معتمد علماء کے مشورہ سے کیجئے

فرمایا: مگر عام مسلمانوں کو چاہئے کہ معتمد علماء کی تربیت اور نگرانی میں علماء کی خدمت کا فرض ادا کریں کیونکہ ان کو خود اس کا علم نہیں ہوسکتا کہ کون زیادہ مستحق امداد ہے کون کم اور اگر کسی کو خود اپنے تفقّد (جستجو) سے اس کا علم ہو سکے تو وہ خود تفقّد کرے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۵۴ ملفوظ نمبر:۵۲)

جو علماء تمہاری طرف متوجہ نہیں ان کی بھی خدمتیں کرو

فرمایا: تم لوگ ان علماء کی خدمتیں کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں، میرا کیا ہے، میں تو تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں، تم نہ بلاؤ جب بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمتیں کروگے تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگیں گے۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۱۵۷ ملفوظ:۱۸۷)

علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام یعنی خدمتِ علم دین میں مشغول ہیں خبردار! ان کی طرف سے دل میں اعتراض اور بدگمانی نہ پیدا ہو

فرمایا: قافلہ والوں کو یعنی وفودِ تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم

سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں، اوران کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمدورفت کم کی ہے، اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ۵۶ ملفوظ: ۵۴)

علماء سے تبلیغ کے لئے کہو نہیں، اپنا نمونہ پیش کرو اور استفادہ کی غرض سے حاضری دو

فرمایا: علماء سے کہو نہیں، اپنا نمونہ پیش کرو۔

علماء کی رائے تو ہے، اب آگے ان کی شرکت بھی ہوجائے گی، اور علماء اکثر شرکت کریں (یعنی زیادہ وقت دیں) تو حدیث کون پڑھائے گا، اس لئے ان کے خالی وقت ان سے مانگو۔ (ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۲۰، ۳۵)

فرمایا: ہمارے عام کارکن جہاں بھی جائیں وہاں کے حقانی علماء وصلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں، لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں، وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص ۳۵ ملفوظ: ۲۹)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ خصوصی ہدایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

''خصوصی گشت میں جب دینی اکابر (علماء ومشائخ) کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے، اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کردیا جائے (یعنی مختصر کارگزاری سنادی جائے)

(تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، الفرقان خاص نمبر ص ۱۸۰)

علماء ومشائخ سے متعلق ضروری ہدایت

ان کی ذاتی زندگی، باہمی معاملات، خانگی باتوں پر نظر نہ کیجئے

فرمایا: یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے جن بڑوں سے ہم دینی فیوض اخذ کریں ان سے اپنا تعلق صرف اللہ کی جانب کا رکھیں اور صرف اسی لائن کے ان اقوال وافعال اور احوال سے سروکار رکھیں، باقی دوسری لائنوں کی ان کی ذاتی اور خانگی باتوں سے بے تعلق بلکہ بے خبر رہنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہ ان کا اپنا بشری حصہ ہے، لامحالہ اس میں کچھ کدورتیں ہوں گی، اور جب آدمی اپنی توجہ ان کی طرف کو چلاوے گا تو وہ اس کے اندر بھی آئیں گی، نیز بسا اوقات اعتراض پیدا ہوگا جو بُعد (دوری) اور محرومی کا باعث ہوجائے گا، اسی لئے مشائخ کی کتابوں میں سالک کو شیخ کے خانگی احوال پر نظر نہ کرنے کی تاکید کی گئی۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۹۲ ملفوظ:۱۱۱)

علماء ومشائخ کو راضی ومطمئن کرنے کی فکر کیجئے

اور ان کے باہمی اختلافات سے بدگمان نہ ہوئیے

فرمایا: اہل دین (علماء وصلحاء) کو اس کام (تبلیغی واصلاحی کی) جدو جہد میں شریک کرنے اور ان کو راضی ومطمئن کرنے کی فکر زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے، اور جہاں ان کا اختلاف اور ناگواری معلوم ہو وہاں معذور قرار دینے کے لئے ان کے حق میں اچھی تاویل کرنی چاہئے، اور ان کی خدمتوں میں دینی استفادہ اور حصول برکات کی نیت سے حاضر رہنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص۶۷ ملفوظ:۸۸)

تمت

دعوت وتبلیغ کے موضوع پر اہم کتابیں

مرتب: محمد زید مظاہری ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

(۱) دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت اور اس کے مقاصد (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

اور اس کام کے ذریعہ پورا دین زندہ کرنے کا طریقہ (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

(۲) تبلیغی چھ نمبروں کی اہمیت وضرورت (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

(۳) دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

(۴) اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کے لئے خصوصی ہدایات (افادات مولانا محمد الیاسؒ)

(۵) علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

مدارس اور جلسہ وچندے سے متعلق خصوصی ہدایات (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

(۶) جہاد کی حقیقت اور فی سبیل اللہ کی تشریح (افادات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ مع اضافہ)

(۷) دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۸) اسباب واعمال اور تدبیر وتوکل کا شرعی درجہ (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۹) آداب تقریر وآداب تربیت (افادات حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(۱۰) احکام مناظرہ (دعوت وتبلیغ میں مناظرہ اور حکمت عملی (افادات حضرت تھانویؒ)

(۱۱) اللہ کے راستے میں نکلنے کی اہمیت (افادات مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ)

اور دعوت وتبلیغ سے متعلق ضروری اصطلاحات (افادات مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ)

(۱۲) کتب فضائل اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات (شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ)

(۱۳) تبلیغی چھ نمبر قرآن پاک کی روشنی میں (افادات حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، زیر ترتیب)

(۱۴) تبلیغی جماعت اکابر علماء کی نظر میں (زیر ترتیب)